آئمہ اور سیاست
مصنف
سید افتخار عابد نقوی

آئمہ(علیہم السلام)اور سیاست

آئمہ(علیہم السلام) کی روشن زندگی میں ایک قطعی اور مشترک اصول جو کہ تمام زاویوں سے نظر آتا ہے وہ سیاست میں شرکت کرنا ہے اور آئمہ(علیہم السلام) کا سیاست میں شامل ہونا اس طرح ہے کہ اس کو ان کی زندگی سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔

ہمیں کوشش کرنی چاہیئے کہ ہم اس رکن کی طرف زیادہ اہمیت دیں، کیونکہ دنیادار لوگوں نے مسلمانوں کی دنیا اور دین کو ختم کرنے کیلئے ہمیشہ یہ نعرہ لگایا ہے کہ دین اور سیاست ایک دوسرے سے جدا ہیں لیکن اس کے مقابلے میں اس صدی میں اسلام کو زندہ کرنے والی شخصیت حضرت امام خمینی (رحمۃ اللہ) فرماتے ہیں:

" خدا کی قسم اسلام پورے کا پورا سیاست ہے، اسلام کو غلط طریقے سے لوگوں کے سامنے پیش کیا گیا ہے"۔

حضرت امام خمینی اپنی کتاب تحریر الوسیلہ میں فرماتے ہیں کہ:

اسلام کے فلسفے سے بے خبر کچھ لوگ آئمہ(علیہم السلام) کے کچھ اقوال کو نہ سمجھتے ہوئے اس نظریئے کی تائید کرتے ہیں کہ اسلام اور سیاست الگ الگ ہیں اور دلیل کے طور پر آئمہ(علیہم السلام) کے اقوال کو پیش کرتے ہیں جیسے کہ امام علی۔نے فرمایا:

تمہاری دنیا میرے نزدیک بکری کے بلغم سے زیادہ بے وقعت ہے۔

یا ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

اے دنیا! تو میرے علاوہ کسی اور کو جا کر دھوکہ دے ۔ میں تو تجھے تین طلاقیں دے چکا ہوں جن کے بعد پلٹنے کی گنجائش نہیں ہے۔

مندرجہ بالا جملات میں حضرت امیر المومنین ۔ نے دنیا سے دوری کا اظہار کیا ہے اور یہ دوری اس بات پر دلیل ہے کہ آئمہ (علیہم السلام) دنیا کو پسند نہیں کرتے تھے اور اس بناء پر آئمہ (علیہم السلام) کس طرح سیاست میں حصہ لے سکتے ہیں جب کہ سیاست کا دوسرا نام دنیا ہے۔

فلسفہ دنیا داری

دنیا کی دو قسمیں ہیں: ۱۔ مذموم ۲۔ مدوح

جب بھی دنیا حلال طریقے سے حاصل کی جائے اور معنوی اہداف کو پورا کرنے کا ذریعہ بنے تو یہ خدا کی نظر میں پسندیدہ ہے۔

اور جب بھی دنیا غلط راستے سے حاصل کی جائے اور خود دنیا ہدف ہو تو وہ خدا کی نظر میں ناپسند ہے۔

حضرت امیر المومنین ۔ کی سرزنش یا دوری اس دنیا سے مربوط ہے جو کہ خدا کی نظر میں ناپسند ہے جو کہ دین بیچنے کیلئے استعمال کی جائے۔

پہلا قول: ان منافقین سے تعلق رکھتا ہے کہ جنہوں نے اس دنیا کی خاطر یا یوں کہہ لیجئے کہ اس دنیا نے ان کو رسول اکرم کی وفات کے بعد رہبری اور قیادت کے مقام کو غصب کرنے پر اکسایا۔ مولا نے یہ جملہ "خطبہ شقشقیہ" میں فرمایا جو کہ اسی سلسلہ میں ہے۔

دوسرا قول: اس دنیا سے متعلق ہے کہ جس میں دنیا کیلئے بیت المال سے غلط فائدہ اٹھایا جائے
یہ قول مولا نے بیت المال کی تقسیم کے دوران فرمایا۔
خود قرآن کے اندر ہمیں سرمایہ دار افراد کی دونوں قسمیں نظر آتی ہیں۔

سرمایہ دار قرآن میں

ا۔ قارون۔ گناہ کا سبب اور برایہ کا نمونہ
ہم نے قارون اور اس کے گھر بار کو زمین میں دھنسا دیا۔
(سورۂ قصص: آیت ۸۱)

۲۔ سلیمان ؑ۔ انسان کی نجات کا سبب اور سعادت کا نمونہ
یہ محض میرے پروردگار کا فضل و کرم ہے تا کہ وہ میرا امتحان لے کہ میں اس کا شکر کرتا ہوں یا ناشکری کرتا ہوں۔
(سورۂ نمل: آیت ۴۰)

نتیجہ:

اگر دنیا کے امکانات اور دولت سلیمان ۔ جیسے افراد کے ہاتھوں میں آ جائے تو نعمت ہے اور اگر قارون جیسے افراد کے ہاتھوں میں چلی جائے تو عذاب ہے۔ حضرت امیر المومنین ۔ کی دنیا سے مراد قارون والی دنیا ہے نہ کہ حضرت سلیمان ۔ کی دنیا۔

آئمہ اطہار (علیہم السلام) اور سیاسی حکمت عملی

سیاست ایک بہت ہی وسیع موضوع ہے یوں کہنا غلط نہ ہوگا کہ سیاست کا لفظ قابل بحث ہے

ہر کوئی اپنی نظر کے مطابق اسکی تعریف کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن یہاں پر ہم سیاست کے لفظ یا موضوع کو آئمہ (علیہم السلام) ک نظر سے دیکھیں گے (کیونکہ ہر امام سیاست دان تھے) اور پھر ان کی زندگی میں رونما ہونے والے سیاسی واقعات کو بیان کریں گے۔

حضرت امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب۔ نے اپنے اقوال زریں میں سیاست کی تعریف کچھ یوں کی ہے۔

"سِیَاسَۃُ الْعَدْلِ ثَلَاثٌ لِیْنٌ فِیْ حَزْمٍ وَ اِسْتِقْصَاءٌ فِیْ عَدْلٍ وَ اِفْضَالٌ فِیْ قَصْدٍ" (غرر الحکم جلد ۱، صفحہ ۴۳۴)

عادلانہ سیاست تین چیزوں میں ہے

۱۔ اپنے کاموں میں میانہ روی اختیار کرنا۔

۲۔ عدالت کے اجراء میں تحقیق کرنا۔

۳۔ مدد کے وقت میانہ روی اختیار کرنا۔

سبط اکبر حضرت امام حسن مجتبیٰ۔ سے کسی نے پوچھا کہ سیاست کیا ہے امام نے جواب میں فرمایا:

سیاست خدا کے حقوق، زندہ لوگوں کے حقوق اور مردہ لوگوں کے حقوق کی ادائیگی کا نام ہے۔ خدا کے حقوق یہ ہیں کہ جس بات کا حکم دے اس کو انجام دیا جائے اور جس سے منع کرے اس سے پرہیز کیا جائے، زندہ لوگوں کے حقوق یہ ہیں کہ لوگوں سے متعلق جو فرائض ہیں ان کو انجام دیا جائے ان کی خدمات کی جائے قائد اسلامی سے مخلص رہا جائے جب تک کہ وہ خدا

سے مخلص ہے اور جب وہ منحرف ہو جائے تو اسکے خلاف آواز بلند کرنا اور مردہ لوگوں کے حقوق یہ ہیں کہ ان کی خوبیوں کا ذکر کرنا اور ان کی برائیوں کو یاد نہ کرنا کیونکہ خدا انکے اعمال کی باز پرس کیلئے موجود ہے۔(حیاۃ الحسن باقر شریف قرشی جلد ا صفحہ ۴۲)

مولائے کائنات ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"بِئْسَ السِّیَاسَۃِ الْجُوْرِ"

ظلم کرنا بری سیاست ہے۔(غرر الحکم جلد ا صفحہ ۴۳۴)

اگر ہم مندرجہ بالا ارشادات سے نتیجہ نکالنا چاہیں تو یہ چند باتیں ہمارے سامنے آئیں گی کہ:

سیاست دو طرح کی ہے۔

ا۔مثبت سیاست ۲۔منفی سیاست

ا۔مثبت سیاست وہی ہے جو کہ احادیث میں بیان ہوئی اور اگر ہم لغت کی طرف رجوع کریں تو بھی سیاست کے معنی یہی نظر آتے ہیں:

"سیاست یعنی کسی چیز کی فلاح و بہبود کیلئے کام کرنا"۔

۲۔منفی سیاست یعنی ظلم کرنا،ہر کام کو اسکے صحیح طریقے سے انجام نہ دینا یا آج کل کی دنیا میں سیاست کے رائج الوقت معنی دھوکہ بازی کے ہیں جسے "میکیاولی" کی سیاست کہا جاتا ہے۔

گذشتہ باتوں سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ آئمہ(علیہم السلام) سیاست دان تھے کیونکہ انہوں نے ہمارے سامنے سیاست کے معنی بیان کئے۔

ایک اور دلیل کے ذریعے بھی ہم اس بات کو ثابت کرسکتے ہیں کہ آئمہ(علیہم السلام) کی

زندگی میں سیاست کا عمل دخل تھا اور تمام آئمہ (علیہم السلام) سیاست دان تھے اور وہ یہ ہے کہ ہم یہ کہتے ہیں کہ آئمہ (علیہم السلام) انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء کا مشن اور مقصد فقط معاشرے کی اصلاح اور لوگوں کو کمال کی منزل تک پہنچانا تھا اور یہی سیاست کے معنی بھی ہیں۔

قرآن انبیاء کے اس مقصد کی کچھ اس طرح نشاندہی کرتا ہے۔

ا۔"لقد ارسلنا رسلنا بالبینٰت و انزلنا معھم الکتٰب و المیزان لیقوم الناس بالقسط"

ہم نے یقینا اپنے پیغمبروں کو واضح و روشن معجزے دے کر بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور ترازو نازل کی تا کہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔ (سورۃ حدید: آیت ۲۵)

۲۔"الرٰ وقف کِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰهُ اِلَيۡكَ لِتُخۡرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوۡرِ لا ۵ بِاِذۡنِ رَبِّهِمۡ اِلٰى صِرَاطِ الۡعَزِيۡزِ الۡحَمِيۡدِ"(سورئہ ابراھیم: آیت ۱)

(اے رسول یہ قرآن وہ) کتاب ہے جس کو ہم نے تمہارے پاس اس لئے نازل کیا ہے تا کہ تم لوگوں کو انکے پروردگار کے حکم سے کفر کی تاریکی سے (ایمان کی) روشنی میں نکال لاؤ غرض اس کی راہ پر لاؤ جو سب پر غالب اور سزاوار حمد ہے۔

۳۔ "اَلَّذِيۡنَ يَتَّبِعُوۡنَ الرَّسُوۡلَ النَّبِىَّ الۡاُمِّىَّ الَّذِىۡ يَجِدُوۡنَهٗ مَكۡتُوۡبًا عِنۡدَهُمۡ فِى التَّوۡرٰٮةِ وَ الۡاِنۡجِيۡلِ يَاۡمُرُهُمۡ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَ يَنۡهٰٮهُمۡ عَنِ الۡمُنۡكَرِ وَ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيۡهِمُ الۡخَبٰٓئِثَ وَ يَضَعُ عَنۡهُمۡ اِصۡرَهُمۡ وَ الۡاَغۡلٰلَ الَّتِىۡ كَانَتۡ عَلَيۡهِمۡ "(سورئہ اعراف: آیت ۱۵۷)

یعنی:" جو لوگ ہمارے نبی امی پیغمبر کے قدم بقدم چلتے ہیں جس (کی بشارت) کو اپنے ہاں

توریت اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں (وہ نبی) جو اچھے کام کا حکم دیتا ہے اور برے کام سے روکتا ہے اور جو پاک و پاکیزہ چیزیں تو ان پر حلال اور ناپاک گندی چیزیں ان پر حرام کر دیتا ہے اور وہ (سخت احکام کا) بوجھ جو ان کی گردن پر تھا اور وہ پھندے جو ان پر (پڑے ہوئے) تھے ان سے ہٹا دیتا ہے۔"

ان آیات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ انبیاء کی نبوت کا مقصد عدالت کا اجراء لوگوں کو اندھیرے سے نکال کر روشنی کی طرف ہدایت کرنا، ظالم حکمرانوں سے نجات دلانا اور ان کو ایمان کے پرچم تلے جمع کرنا تھا، اور یہ بات واضح ہے کہ ان مقاصد کو حکومت (اقتدار) کے بغیر حاصل کرنا ممکن نہ تھا۔

نتیجہ کے طور پر ہمارے سامنے تین چیزیں آتی ہیں:

۱۔ اسلام ایک کامل نظام حیات ہے اور سیاست اس کا ایک اہم حصہ ہے۔

۲۔ انبیاء اور آئمہ (علیہم السلام) اس سیاست کو (جو کہ ایک کامل نظام حیات کا اہم حصہ ہے) رائج کرنے کیلئے بھیجے گئے ہیں۔

۳۔ اسلام نے غیبت کے زمانے میں ہم پر بھی اس سلسلے میں ذمہ داری ڈالی ہے

حضرت امیر المومنین اور سیاست

حضرت امیر المومنین۔ کی زندگی میں سیاسی روش کی بے شمار مثالیں ہیں۔ مندرجہ ذیل سطروں میں ہم تین نکات پر روشنی ڈالیں گے۔

الف۔حضرت امیر المومنین۔کی سیاست یہ تھی کہ معاشرے کو اسلامی عدالت کے ساتھ چلایا جائے۔

امام کی سیاست یہ تھی کہ حاکمیت اور حکومت ہدف اور مقصد نہیں ہے بلکہ وسیلہ ہے اسلام کو بچانے کا اور اس کی سیاسی حکمت عملی کو انجام دینے کا۔اس سلسلے میں خود حضرت امیر امومنین۔ فرماتے ہیں کہ:

یہاں تک کہ میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا کچھ لوگ اسلام سے پلٹ گئے ہیں اور چاہتے ہیں کہ دین محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو نابود کردیں (یہاں پر) میں ڈر گیا کہ اگر اسلام اور اہل اسلام کی مدد نہ کروں تو شایدان کی نابودی اور اسلام میں شگاف کا منظر دیکھوں اور یہ مصیبت میرے لئے حکومت اور خلافت چھوڑنے سے زیادہ سخت ہے۔(خطبہ ۲۶ نہج البلاغہ)

یہاں سے ہم امام۔اور معاویہ کی سیاست میں فرق کو بھی سمجھ سکتے ہیں۔معاویہ اصلاح امور کے نام پر ہر چیز کرنے کو تیار تھا چاہے وہ اسلام کے خلاف ہی کیوں نہ ہو جبکہ حضرت امیر المومنین۔ہر کام کو انجام دیتے تھے مگر اسلام کے دائرے میں رہ کر۔

جب حضرت امیر المومنین۔نے زمام حکومت کو ہاتھ میں لیا تو فرمایا کہ:

اگر خدا کا عہد و پیمان نہ ہوتا علماء اور دانشوروں سے کہ وہ ظالموں کے بھرے پیٹ اور مظلوموں کی بھوک کے سامنے خاموش نہ رہیں، میں خلافت کی رسی کو چھوڑ دیتا اور اپنی آنکھیں بند کرلیتا۔(خطبہ ۳ نہج البلاغہ)

معاویہ اپنی سیاست میں اگر مکر و فریب سے کام نہ لیتا تو کبھی بھی کامیاب نہیں ہوسکتا تھا ۔حضرت امیر المومنین ۔مشروع اور جائز سیاست میں کامیاب رہے لیکن نامشروع اور ناجائز سیاست میں کبھی آگے نہ بڑھے۔خود حضرت امیر المومنین ۔اس بارے میں فرماتے ہیں کہ:

خدا کی قسم معاویہ مجھ سے زیادہ سیاست دان نہیں ہے لیکن دھوکہ بازی اور گناہ کرتا ہے اگر دھوکہ بازی ایک بری صفت نہ ہوتی تو میں تمام لوگوں میں سب سے زیادہ سیاست دان شخص ہوتا۔(خطبہ ۲۰۰،نہج البلاغہ)

یا ایک اور جگہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

اگر دھوکہ دہی آتش جہنم کا سبب نہ ہوتی تو میں سب سے زیادہ فریب دینے والا انسان ہوتا۔(منہاج البراعۃ جلد ۱۲ صفحہ ۳۶۶)

کچھ لوگوں نے معاویہ کی حکومت کو دیکھتے ہوئے یہ سمجھا کہ معاویہ حضرت امیر المومنین ۔سے زیادہ عقلمند ہے البتہ ایسے لوگ عقل کی صحیح تعریف نہیں جانتے تھے۔

کسی نے حضرت امام صادق ۔سے پوچھا کہ عقل کیا ہے؟ حضرت نے فرمایا:

عقل وہ ہے جس کے ذریعے سے خدا کی عبادت کی جائے اور بہشت کو خریدا جائے۔

پوچھنے والے نے پوچھا،تو پھر معاویہ کی عقل کیا تھی۔حضرت نے فرمایا:

" تلک النکراء تلک الشیطنۃ ،وھی شبیھۃ بالعقل ولیست بالعقل"

وہ دھوکہ بازی تھی وہ شیطنت تھی وہ ظاہری شباہت عقل سے رکھتی تھی لیکن عقل نہیں تھی۔
(اصول کافی جلد ا صفحہ ۱۱ باب العقل والجہل جلد ۳)

ب۔ امام کی سیاست گمراہ افراد سے دوری

حضرت امیر المومنین۔ کی سیاست لوگوں کے ساتھ دو طرح کی تھی وہ افراد جو لائق اور قابل تھے ان کو اپنی طرف جذب کر لیتے تھے جیسے مالک اشتر، عمار (رحمۃ اللہ)، یاسر (رحمۃ اللہ)، کمیل بن زیاد وغیرہ اور جو افراد اس قابل نہیں تھے ان کو اپنے سے دور کر دیتے تھے کیونکہ حضرت امیر المومنین۔ کی تربیت ایسے ماحول میں ہوئی جیسا کہ خداوند ارشاد فرماتا ہے کہ:

"میں کبھی بھی گمراہوں کو اپنا بازو قرار نہیں دیتا" (کہف ۵۱)

سقیفہ کے برقرار ہونے کے بعد ابوسفیان جو کہ مختلف وجوہ کی بناء پر ابوبکر کی حکومت سے خوش نہیں تھا کچھ افراد کے ساتھ امام کے حضور آیا تا کہ حضرت۔ کی بیعت کرے اسی ضمن میں اس نے کہا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں عظیم لشکر کے ساتھ آپ کی حمایت کروں۔

امام۔ جو ابوسفیان کو اچھی طرح سے جانتے تھے اسکی ان باتوں میں نہیں آئے اور اسکے جواب میں فرمایا:

اے لوگو! فتنہ کی پہاڑ جیسی موجوں کو نجات کی کشتیوں سے توڑ دو۔ اختلافات اور بکھرنے سے باز آؤ بلند پروازی اور برتری کے تاج کو اپنے سر سے اتار پھینکو۔ (خطبہ ۵ نہج البلاغہ)

امام۔ اپنی سیاسی بالا نظری کی وجہ سے جانتے تھے کہ یہ وقت حکومت ہاتھ میں لینے کا وقت نہیں اسی لئے جملہ کے بعد حضرت نے فرمایا:

کچے پھل کو توڑنا ایسا ہے جیسے نمکین زمین میں بیج بونا۔

ج۔امام۔کی سیاست،آزاد منش افراد کی حمایت

امام نے ہمیشہ آزاد منش افراد کی حمایت کی اس سلسلے میں جو اہم واقعہ ہم کو امام۔کی زندگی میں نظر آتا ہے وہ ابوذر غفاری کی جلاوطنی کا ہے ویسے تو کئی واقعات ہیں لیکن کیونکہ یہ واقعہ اس زمانہ کا ہے کہ جب امام۔کے ہاتھ میں زمام حکومت نہیں اور حکومت وقت صحابی رسول کو جلاوطن کررہی ہے۔ مدینہ کے اندر کرفیو نافذ ہے خلیفہ وقت کی طرف سے حکم تھا کہ کوئی بھی ابوذر سے خدا حافظی نہ کرے اور اس نے مروان کو حکم دیا کہ جو کوئی بھی خدا حافظی کے لئے آئے اسکو پکڑ لو۔

لیکن امام۔نے حکومت کے ان احکامات کی پرواہ نہ کی اور اپنے فرزندان گرامی حسن۔و حسین۔، اپنے بھائی عقیل اور عمار یاسر کے ساتھ ابوذر کو رخصت کرنے کیلئے گئے۔اسی اثناء میں کہ جب امام حسن۔ابوذر سے باتیں کررہے تھے مروان نے پکارا کہ اے حسن۔خاموش ہوجاؤ کیا خلیفہ کا حکم نہیں سنا کہ ابوذر سے باتیں کرنا منع ہے۔امام علی۔نے آگے بڑھ کے مروان کے سامنے آئے اور فرمایا دور ہوجاؤ خدا تمہیں آتش جہنم میں ڈالے۔

امام۔اور ان کے چاہنے والوں کا یہ کام صد در صد سیاسی تھا اور حکومت وقت کے خلاف تھا کیونکہ ابوذر کا عمل حکومت کے خلاف صحیح ہے اور حکومت کا رویہ غلط ہ

حضرت امام حسن و امام حسین اور سیاست

حضرت امام حسن۔اور سیاست:

حضرت امام حسن۔کی سیاسی زندگی کا سب سے اہم واقعہ جو کہ ہر تاریخ نگار کی توجہ اپنی

جانب مبذول کرتا ہے وہ صلح امام حسن ـ ہے۔

جب دشمن ایک دوسرے کے روبرو قرار پاتے ہیں تو ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو حق پر اور دوسرے کو باطل ثابت کرنے کی کوشش کریں اور اصل ہدف بھی یہی ہوتا ہے لیکن جب تک انسان کا باطن لوگوں کے سامنے نہ آجائے یا یوں کہہ لیجئے کہ جب تک لوگ ہارنے والے یا جیتنے والے کے باطن سے آگاہ نہ ہوجائیں اس وقت تک اسکے بارے میں صحیح رائے قائم نہیں کر پاتے اگر امام حسن ـ معاویہ سے جنگ کر کے جیت بھی جاتے تب بھی لوگ یہی خیال کرتے کہ شاید معاویہ حق پر تھا یا یہ کہ یہ جنگ ناحق لڑی گئی۔لیکن امام حسن ـ نے معاویہ کے ساتھ صلح کر کے لوگوں کے سامنے اس کے باطن کی پہچان کروادی۔

جب امام حسن ـ نے معاویہ کے بھیجے ہوئے سادے کاغذ پر اپنی شرائط لکھ کر دے دیں تو معاویہ کوفہ میں داخل ہوا اور اس نے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے یوں کہا:

" میں نے اس لئے تم سے جنگ نہیں لڑی کہ تم نماز اور حج بجالاؤ اور زکوٰۃ دو کیونکہ میں جانتا ہوں کہ تم لوگ یہ کام انجام دیتے ہو۔میں نے اس لئے تمہارے ساتھ جنگ کی تاکہ تم کو اپنا مطیع اور فرمانبردار بناؤں اور تم لوگوں پر حکومت کروں"۔

اور اسکے بعد کہا:

یادرکھو!اللہ نے ہمارے لئے ہماری بات کو درست کردیا۔ہماری دعوت کو عزت دی،تو اب جن شرطوں کو میں نے مانا تھا ان سب سے میں انکار کرتا ہوں،اور ہر وہ وعدہ جو میں نے تم میں سے کسی ایک سے بھی کیا تھا وہ میرے پیروں تلے روندا جا چکا ہے۔

یہاں سے لوگ سمجھ گئے کہ کون اسلام کی خاطر جنگ کر رہا تھا اور کس کو صرف حکومت چاہیئے تھی۔

حضرت امام حسین علیہ السلام اور سیاست

حضرت امام حسین علیہ السلام نے صرف یزید ہی کے خلاف آواز بلند نہیں کی بلکہ معاویہ کے زمانے میں بھی آپ نے لوگوں کی توجہ اس بات کی طرف مبذول کروائی کے معاویہ خلافت اور حکومت کے لائق نہیں ہے۔

۵۸ ھ میں حج کے موقع پر آپ نے سرزمین منیٰ میں بنی ہاشم اور انصار کے برجستہ افراد کی ایک کانفرنس بلائی جس میں ایک ہزار سے زیادہ افراد نے شرکت کی اس کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے حضرت نے فرمایا:

اس طاغوت (معاویہ) نے جو کچھ ہمارے اور ہمارے شیعوں کے ساتھ کیا ہے وہ سب آپ لوگ جانتے ہیں۔ میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں اگر سچ کہوں تو میری تصدیق کیجئے گا۔ اور اسکے بعد اپنے ملک یا شہر واپس جانے کے بعد میری باتوں کو لوگوں تک پہنچائے اور ان کو معاویہ کی بداعمالیوں سے آگاہ کیجئے اور ظلم کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے کی دعوت دیجئے مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ اس حالت کے باقی رہنے کی وجہ سے حق نابود نہ ہو جائے لیکن خدا اپنے نور کی تکمیل کرے گا چاہے کافر یا فاسق اس کو پسند نہ کریں۔ (احتجاج طبرسی جلد ۲ صفحہ ۱۸، ۱۹)

کربلا کے واقعہ سے ۳ سال پہلے معاویہ کی زندگی میں امام حسین علیہ السلام نے حج کے موقع

پر حکومت کے خلاف لوگوں کو قیام کی دعوت دی۔

کربلا:

امام حسین علیہ السلام کی کربلا کی تحریک ایک مکمل سیاسی تحریک تھی اگر دین سیاست سے جدا ہوتا تو پھر امام حسین علیہ السلام کے لئے ضروری تھا کہ وہ مدینہ میں کونے میں بیٹھ جاتے اور عراق کی طرف حرکت نہ کرتے اس صورت میں کوئی بھی آپ سے کچھ نہ کہتا۔

اگر ہم کربلا کے واقعے کی تحلیل کریں اور اس واقعے کا مطالعہ کریں تو ہم کو مندرجہ ذل نکات کی صورت میں نتیجہ ملے گا۔

۱۔ یزید نے امام حسین علیہ السلام سے بیعت لینا چاہی امام علیہ السلام نے انکار کر دیا۔

۲۔امام حسین علیہ السلام نے فوج جمع کرنے اور یزید کی حکومت کو ختم کرنے کے لئے عراق کی طرف کوچ کیا۔

۳۔امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نے امام حسین علیہ السلام کو اس بات کی طرف مائل کیا کہ وہ ظلم وستم کو جڑ سے اکھاڑنے اور عدل کو برقرار کرنے لئے شہادت کی سرحد تک جہاد کریں۔

مندرجہ بالا تینوں چیزیں سیاسی حیثیت رکھتی ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ عین دین بھی ہیں۔

امام حسین علیہ السلام ہر چند کہ ظاہری طور شکست سے دوچار ہوئے لیکن تا قیقام قیامت آگاہی اور روشنی کا ایک ایسا راستہ چھوڑ گئے۔حق کے متلاشی انسان کے لئے صراط مستقیم کا سامان فراہم کرے۔

کیا خوب تجزیہ کیا ہے عربی زبان کے ادیب نے

"کربلا میں روز عاشور کامیابی، ناکام ہونے والوں کے نقصان سے کہیں زیادہ ہے"

(کتاب ابوالشہد اعباس عقاد صفحہ............۱۸۱)

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اور سیاست

جب بھی ہم امام زین العابدین علیہ السلام کا ذکر کرتے ہیں تو ان کو بیمار امام علیہ السلام کی حیثیت سے پہچانتے ہیں، اور اگر اس کے ساتھ سیاست کا ذکر بھی ہو جائے تو شاید ہم یہ ماننے کے لئے تیار نہ ہوں کے حضرت سجاد علیہ السلام نے کربلا کے اس عظیم سانحہ کے بعد بھی سیاست میں حصہ لیا ہوگا۔

بنیادی طور پر ذلت اور غلامی سے آزادی، عزت اور آزادی واپس لانے اور ایک بڑے انقلاب کے لئے زمین ہموار کرنے کے لئے لوگوں کو صحیح حقائق سے روشناس کرانے اور ان کے ضمیروں کو جگانے کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہے اس لئے ضروری ہے کہ لوگوں کو آگاہ کیا جائے اور پہچان کرائی جائے تاکہ وہ ذمہ داری کا احساس کریں اس طرح انقلاب خود بخود وجود میں آنے لگیں گے۔

اس کے پہلے قدم کو خود امام حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب نے کربلا میں انجام دیا اور دوسرے مرحلہ کی ذمہ داری حضرت زینب (علیہا السلام) اور حضرت سجاد علیہ السلام کے کندھوں پر پڑی۔ اور فقط یہی ایک راستہ تھا کہ جس کے ذریعے سے بنی امیہ کی حکومت کی جڑوں کو کاٹا جا سکے۔ اس کی بہترین مثال امام سجاد علیہ السلام کا شام کے دربار میں وہ خطبہ

تھا کہ جس سے پریشان ہو کر یزید نے موذن کو اذان دینے کا حکم دیا یہی خطبہ تھا جس کے سبب اس کو یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں لوگ بغاوت نہ کر دیں آخر وہ کیا سبب تھا جس کی وجہ سے یہ تمام لوگ اس خدشہ کا اظہار کر رہے تھے یہ وہی آگاہی اور شناخت تھی اور احساس تھا کہ جس کی ذمہ داری امام سجاد علیہ السلام نے قبول کی تھا آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

جو مجھے جانتا ہے وہ جانتا ہے اور جو نہیں جانتا میں اس کو خود اپنی شناخت کروا دوں میں مکہ اور منیٰ کا بیٹا ہوں میں زمزم اور صفا کا بیٹا ہوں میں اس کا بیٹا ہوں کہ جس نے حجر اسود کو عبا کے چار گوشوں سے اٹھایا میں اس کا بیٹا ہوں کہ جس نے احرام باندھنے کے بعد بہترین طواف اور سعی کی میں اس کا بیٹا ہوں جو انسانوں میں سب سے بہترین ہے میں اس کا بیٹا ہوں جو مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ کی طرف لے جایا گیا، میں اس کا بیٹا ہوں جو سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچا، میں اس کا بیٹا ہوں جو آسمانوں کی سیر کے وقت حق سے اس قدر نزدیک ہوا کہ آواز آئی" قاب قوسین اوادنی" میں اس کا بیٹا ہوں کہ جس نے فرشتوں کے ساتھ نماز پڑھی میں اس کا بیٹا ہوں کہ جس پر خدائے بزرگ نے وحی نازل کی میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا بیٹا ہوں علی مرتضیٰ علیہ السلام کا بیٹا ہوں میں اس کا بیٹا ہوں کہ جس نے مشرکوں سے اس قدر جنگ کی کہ زبان سے "لا الہ الا اللہ" کہنے لگے میں اس کا بیٹا ہوں کہ جس نے رکاب پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں دو تلواروں اور دو نیزوں کے ساتھ لڑائی کی اور ایک لحہ کے لئے بھی خدا کی طرف کفر نہیں کیا میں اس کا بیٹا ہوں کہ جو مومنین میں صالح ترین، وارث پیغمبران، کافروں کو نابود کرنے والا، مسلمانوں کا پیشوا اور رہبر، مجاہدوں کا نور، عابدوں کا زیور و زینت، گریہ کر

نے والوں کا فخر، صابروں میں صابر، بہترین جہاد کرنے ولا ہے۔

میرے جد وہ ہیں کہ جن کے ساتھ جبرئیل ہے جن کا مددگار میکائیل ہے اور جو خود مسلمانوں کی ناموس کا حامی اور نگہبان تھا، جس نے مارقین، ناکثین اور قاسطین کے ساتھ جنگ کی اور دشمنان خدا کے ساتھ جنگ کی۔ میں قریش کے برترین فرد کا بیتا ہوں کہ جس نے سب سے پہلے پیغمبر کی حمایت کی جو مسلمانوں میں سب سے آگے تھا، مشرکوں کو نابود کرنے والا، ولی امر خدا، حکمت الہیٰ کا باغ اور علم کا مرکز وہ تھا۔

میں فاطمہ الزہراء (علیہ السلام) کا بیٹا ہوں خواتین کی سردار کا بیٹا۔

یہاں پر امام علیہ السلام نے اس قدر گفتگو کی کہ لوگ رونے لگے وہ شام کے لوگ جو علی علیہ السلام کے دشمن تھے۔

ان تمام مراحل کو طے کرنے کے بعد امام کا دوسرا ہدف کربلا کی تحریک کو زندہ رکھنا تھا لوگوں کو مظلومیت حسین علیہ السلام کا احساس دلانا تھا اس کام کو آپ علیہ السلام نے ایسے انجام دیا کہ ہر جگہ کربلا کا ذکر کرتے۔ آپ علیہ السلام نے اپنی انگوٹھی پر بھی اس ہدف کے تحت عبارت کندہ کروائی جو یہ تھی کہ

"خَزِيَ وَ شَقِيَ قَاتِلُ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِي"

رسوا اور بدبخت ہو جائے قاتل حسین بن علی علیہ السلام۔

حضرت امام صادق علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ امام سجاد علیہ السلام نے ۳۵ سال تک اپنے والد کے مصائب پر گریہ کیا اس مدت میں دن کو روزے

رکھتے تھے اور جب افطار کے وقت کھانا لایا جاتا تو آپ علیہ السلام گریہ فرماتے اور کہتے:
"فرزند رسول اللہ کو بھوکا قتل کیا گیا! فرزند رسول اللہ کو پیاسا قتل کیا گیا

ایک دفعہ حضرت امام سجاد علیہ السلام بازار سے گزر رہے تھے کہ ایک شخص کی آواز سنائی دی" انا رجل غریب فارحمونی" میں غریب مرد ہوں مجھ پر رحم کیجئے۔حضرت کی توجہ اس کی جانب مبذول ہوئی آپ علیہ السلام اس کے قریب گئے اور پوچھا کہ اگر تقدیر میں یہ لکھا ہو کہ تم یہاں پر مر جاؤ تو کیا تمہارا جنازہ زمین ہی پر پڑا رہے گا اس نے جواب دیا اللہ اکبر کس طرح ممکن ہے کہ میرے جنازہ کو دفن نہ کریں جبکہ میں مسلمان ہوں ۔ امام علیہ السلام منقلب ہو گئے اور فرمایا:

کس قدر افسوس کی بات ہے اے پدر بزرگوار حسین علیہ السلام کہ آپ کا جنازہ تین دن تک بغیر دفن کے خاک پر پڑا رہا جب کہ آپ نواسہ رسول تھے۔(مأساۃ الحسین تالیف شیخ عبدالوھاب ۱۵۲)

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور سیاست

امام علیہ السلام کے زمانہ امامت میں بنی امیہ کے دو ایسے خلیفہ گزرے کہ جنھوں نے حکومت اسلامی میں علم کی ترویج کی۔ولید بن عبدالملک اور عمر بن عبدالعزیز۔ولید بن عبدالملک چونکہ خود زیادہ پڑھا لکھا نہیں تھا اس لئے شاید اپنی کمزوریوں پر پردہ ڈالنے کے لئے علوم وفنون کی ترویج کی۔لیکن عمر بن عبدالعزیز نے دانستہ طور پر حکومت اسلامی میں علمی شخصیات کو رائج کیا۔

ان خلفاء کی وجہ سے امام محمد باقر علیہ السلام نے حالات کو بہتر جانا کہ ایسے ماحول میں تعلیمات اسلام کو جو کہ ۱۰۰ سالہ دور میں مسخ ہو کر رہ گئی تھیں دوبارہ زندہ کیا جائے۔

اس تھوڑے سے عرصے میں ان خدمات کا ذکر نہیں کر سکتا کہ جو حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے انجام دیں لیکن اتنا ضرور کہہ سکتا ہوں کہ وہ عظیم اسلامی مدرسہ جس میں شاگردوں کی تعداد چار ہزار تک پہنچی اور امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے زمانہ میں چلایا وہ حضرت امام باقر علیہ السلام کی کوششوں کا نتیجہ تھا۔

اس زمانہ کے خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے حضرت سے واپسی پر مدینہ کے گورنر کو حکم دیا کہ امام باقر علیہ السلام اور ان کے فرزند جعفر بن محمد علیہ السلام کو شام کی طرف روانہ کر دو۔

حضرت مجبوراً اپنے فرزند ارجمند کے ساتھ شام کی طرف روانہ ہوئے اور دمشق پہنچے ہشام نے اپنا جاہ وجلال دکھانے کے لئے تین دن تک امام علیہ السلام کو ملاقات کی اجازت نہ دی بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ تین دن تک امام کی عظمت کو کم کرنے کے حربے سوچتا رہا اور بالآخر اس نتیجہ پر پہنچا کہ جب امام علیہ السلام دربار میں داخل ہوں تو ان کے سامنے تیز اندازی کا ایک مقابلہ کرایا جائے اور امام علیہ السلام کو بھی اس میں شرکت کی دعوت دی جائے اور اس طرح جب امام علیہ السلام شکست کھا جائیں گے تو اہل دربار اس بات کا چرچا پورے شام میں کر دینگے۔ جب امام علیہ السلام دربار میں داخل ہوئے تو خلیفہ کے کچھ افراد تیر اندازی میں مشغول ہو گئے امام علیہ السلام دربار میں تشریف فرما ہوئے کچھ دیر بعد خلیفہ نے امام علیہ السلام کی طرف رخ کر کے کہا کہ کیا تیراندزی کے مقابلے میں شرکت کرنا پسند کریں

گے۔

امام علیہ السلام نے جواب میں فرمایا کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور میرا تیر اندازی کا وقت گذر چکا ہے امام کا جواب سن کر تو خلیفہ کا اصرار اور بڑھ گیا اور خلیفہ نے امام علیہ السلام کی طرف تیر کمان بڑھانے کا اشارہ کیا امام نے بھی بلا جھجھک تیر کمان لے لیا، پہلا تیر چلایا جو سیدھا نشانہ پر لگا دوسرا چلایا جو پہلے تیر کو چیرتا ہوا ہدف پر لگا تیسرا تیر چوتھا تیر یہاں تک کہ امام علیہ السلام نے یکے بعد دیگرے نو تیر چلائے جو سب کے سب ہدف پر لگے یہ منظر دیکھنے کے بعد تمام درباری اور خلیفہ انگشت بدندان رہ گئے تھوڑی دیر کے بعد جب ہوش و ہواس برقرار ہوئے تو خلیفہ نے امام علیہ السلام کو مخصوص جگہ پر بیٹھنے کی دعوت دی اور ادھر ادھر کی باتوں کے بعد پوچھا کہ جعفر (حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام) بھی آپ کی طرح تیر اندازی جانتے ہیں؟

امام علیہ السلام نے جواب میں فرمایا:

"ہمارا خاندان اکمال دین اور اتمام نعمت کو جو الیوم اکملت کی آیت میں آیا ہے ایک دوسرے سے ارث میں لیتے ہیں اور زمین ہرگز ایسے افراد سے خالی نہیں رہے گی"۔ (محمد بن جدید بن رستم الطبری۔ دلائل امامہ نجف منشورات المطبوعۃ الحیدریہ ۱۳۸۳ھ (منشورات الرضی قم) صفحہ ۱۰۵)

دوسرا واقعہ عیسائیوں کے پادری کے ساتھ مناظرہ ہے کہ جب آپ علیہ السلام دربار سے نکل کر واپس جانے لگے تو دیکھا بہت سے افراد مجمع لگائے کسی کا انتظار کر رہے ہیں پوچھا تو

معلوم ہوا کہ عیسائی ہیں جو کہ مختلف مقامات سے آئے ہیں اور اپنے مسائل کا حل لینے کے لئے پادری کے انتظار میں ہیں حضرت بھی ان افراد کے مجمع میں بیٹھ گئے جب پادری آیا تو اس کی توجہ حضرت کے نورانی چہرہ کی طرف مبذول ہوئی پوچھا مسلمانوں ہو یا عیسائی جواب ملا کہ مسلمان نادانوں میں سے نہیں ہوں پادری نے پوچھا پہلے میں سوال کروں یا تم امام علیہ السلام نے فرمایا اگر چاہتے ہو تو سوال کرو پادری نے پوچھا کس وجہ سے مسلمان کہتے ہیں کہ اہل بہشت کھانا کھائیں گے لیکن ان سے کوئی اضافی چیز جسم سے خارج نہیں ہوگی کیا دنیا میں اس کی کوئی مثال ہے۔

امام علیہ السلام نے جواب میں فرمایا: اس کی روشن مثال ماں کے رحم میں بچہ کی ہے جو غذا کھاتا ہے لیکن کوئی اضافی چیز جسم سے خارج نہیں ہوتی۔

پادری نے تعجب کا اظہار کیا اور کہا تم نے کہا تھا کہ دانشمندوں میں نہیں ہوں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: کہ میں نے یہ نہیں کہا بلکہ کہا تھا کہ نادانوں میں سے نہیں ہوں۔

پادری نے کہا ایک اور سوال ہے امام علیہ السلام نے فرمایا پوچھو اس نے کہا کس دلیل کی بنا پر کہتے ہو کی جنت کی نعمتوں میں جتنا خرچ کیا جائے کم نہیں ہوگا دنیا میں اس کی کوئی مثل ہے امام علیہ السلام نے فرمایا ہاں ہے اس زمانہ میں اس کی روشن مثال آگ کی ہے اگر ایک چراغ کی لو سے ایک ہزار چراغ بھی جلا لو تو اس کی روشنی کم نہیں ہوگی۔

پادری نے جتنے سوال تھے کر ڈالے اور سب کے جواب حاصل کر لئے اور جب اپنے آپ کو عاجز دیکھا تو غصہ کر کے چلا گیا۔

اس واقعہ کے بعد اہل شام میں خوشی کا احساس پھیل گیا اور امام کا معنوی اثر بڑھ گیا ہشام نے امام علیہ السلام کو تحفے تحائف بھیجے اور چونکہ امام علیہ السلام کے معنوی اثر سے پریشان تھا اس لئے خط لکھا کہ آپ آج ہی مدینہ کے لئے روانہ ہوجائیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام اور سیاست

امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانے میں بنی امیہ اور بنی عباس اقتدار کی جنگ میں مصروف تھے اس فرصت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آپ علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کے والد بزرگوار حضرت امام باقر علیہ السلام نے اسلام کی تعلیمات کو پھیلانا شروع کیا اور اگر یہ کہا جائے کہ آپ دونوں نے اس زمانے میں پہلی اسلامی یونیورسٹی کی بنیاد رکھی، تو کچھ غلط نہ ہوگا۔

اس یونیورسٹی کا مقصد خالص اسلام کی ترویج تھا اس کے ساتھ ساتھ امام صادق علیہ السلام نے اپنے زمانے کے خلیفہ کو یہ بات بھی سمجھانے کی کوشش کی کہ حکومت اور معاشرے کی رہبری ہمارا حق ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے منصور دوانیقی کے زمانے میں جب کہ بنی عباس اپنی حکومت قائم کر چکے تھے لیکن حکومت کو مضبوط کرنے کے لئے ہر مخالف کو تہہ تیغ کر رہے تھے۔ حضرت علیہ السلام نے اس وقت بھی اپنے اقوال کے ذریعے سے خلیفہ تک یہ بات پہنچائی کہ حکومت اور معاشرے کی قیادت ہمارا حق ہے اس کے ساتھ ساتھ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان شیعان حیدر کرار کو جو ظلم وستم کی وجہ سے یا پھر نادانی کی وجہ سے یہ سمجھنے لگے

تھے کہ حکومت کوئی الگ چیز ہے اور دین ایک دوسری چیز، ان کے لئے بھی یہ بات واضح کر دی کہ حکومت حق ولایت ہے اور ولایت فقط ہمارے لئے ہے مثال کے طور پر امام علیہ السلام نے ایک دفعہ فرمایا کہ:

اسلام پانچ چیزوں پر قائم ہے نماز، زکوۃ، حج، روزہ، اور ولایت۔

زرارہ نے امام علیہ السلام سے سوال کیا ان میں سے برتر کون سی چیز ہے؟

امام علیہ السلام نے بلا جھجک فرمایا:

"ولایت برتر ہے کیونکہ ولایت تمام چیزوں کی چابی ہے اور حاکم، لوگوں کو ان کی طرف راہنمائی کرتا ہے"

(وسائل الشیعہ جلد ا صفحہ ۸۰۷)

کس وضاحت کے ساتھ امام علیہ السلام نے ان افراد کو جو کہ یہ سوچتے ہیں کہ دین اور سیاست دو الگ چیزیں ہیں یہ ثابت کر دیا کہ دین کا اجراء اور اس کا کمال حکومت کے بغیر ممکن ہی نہیں ہے، حکومت ہی ہے جو کہ حاکم اسلامی کو یہ اختیار دیتی ہے کہ وہ دین کا اجراء کما حقہ کرے حکومت ہے جو کہ حاکم اسلامی کو یہ قدرت عطا کرتی ہے کہ وہ دین کے خلاف ہونے والی ہر سازش کو ختم کر دے اس لئے ہمارا نظریہ یہ ہے کہ ہر ظالم و فاسق شخص خلافت کے عہدہ پر فائز نہیں ہوسکتا بلکہ اس کا متقی اور پرہیز گار ہونا ضروری ہے۔

اسی زمانے میں جب کچھ علماء نے بنی عباس کی حکومت کو اپنے فائدے حاصل کرنے کے لئے صحیح ثابت کرنے کی کوشش کی اور لوگوں کو سمجھانا چاہا کہ یہ حکومت صحیح ہے تو امام جعفر صادق

علیہ السلام نے اس کے خلاف بھی اپنا جہاد شروع کیا اور اپنے اقوال کے ذریعے سے ایسے علماء کی مذمت کی جو ظالم اور جابر حکمرانوں کے دربار میں زندہ لاشوں کے عنوان سے جاتے تھے امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

فقہاء انبیاء کے نمائندہ ہیں اور جب بھی یہ فقہاء سلاطین کے دربار کے چکر لگانا شروع کر دیں تو ان کو متہم کرو (یعنی اس کے صحیح عالم ہونے کے بارے میں شک کرو۔) (کشف الغمہ جلد ۲ صفحہ ۱۸۲)

کبھی امام علیہ السلام نے اپنے درسوں میں یا اپنی تقریروں میں رسول اکرم (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) سے یہ حدیث نقل کرنی شروع کر دی کہ:

" فقہاء اس وقت تک انبیاء کے نمائندہ ہیں جب تک دنیا ان پر حاوی نہ ہو جائے۔ پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ دنیا کب حاوی ہوگی تو فرمایا ظالم سلطان کی اطاعت کے وقت اور جب بھی تم ایسا دیکھو تو اپنے دین کو ان سے جدا کر لو" (اصول کافی جلد ا صفحہ ۴۲)

ایک دفعہ امام صادق علیہ السلام بازار سے گزر رہے تھے تو دیکھا کہ عذافر دوکان پر کھڑے کچھ خرید رہے ہیں امام علیہ السلام نے آگے بڑھ کر سلام کیا اور پوچھا عذافر سنا ہے کہ ابو ایوب اور ربیع (خلیفہ کے دو وزیر) کے لئے کام کر رہے ہو یاد رکھو قیامت کے دن تمہارا حال ان دو جیسا ہوگا سوچو اس وقت تمہاری کیا حالت ہوگی جب تم کو ظالم کی مدد کرنے والے کے نام سے آواز دے کر بلایا جائے گا یہ سنتے ہی عذافر کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔

امام علیہ السلام نے پھر فرمایا کہ میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہہ رہا فقط اسی چیز سے ڈرا رہا

ہوں جس سے خداوند نے مجھ کو ڈرایا ہے۔

یہ کہنے کے بعد امام علیہ السلام آگے چل دیئے عذافر اس قدر متاثر ہوئے کہ کہتے ہیں کہ آخر عمر تک غمگین وافسردہ رہے۔(وسائل الشعیہ جلد ۱۲ صفحہ ۱۲۸)

امام نے سر بازار اپنے ماننے والے کی مذمت کرنے کے لئے اور ان کو سیدھا راستہ دکھانے کے لئے یہ بات کہی یقینا امام علیہ السلام یہ بھی چاہتے ہوں گے کہ جو افراد اطراف میں کھڑے ہوئے ہیں وہ بھی یہ بات سن لیں کہ ظالم کی مدد کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ خود ظلم کرنا۔

ایک اور موقعہ پر امام صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"جو کوئی یہ چاہے کہ ظالمین باقی رہیں وہ ایسے ہے کہ جیسے وہ چاہتا ہو کہ خدا کی معصیت اور نافرمانی ہوتی رہے۔

(وسائل الشیعہ جلد ۲ صفحہ ۱۳۰)

ان اقوال کے ذریعے سے امام علیہ السلام لوگوں کو یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ اگر ہمارے شیعہ یا ہمارے ماننے والے ہمارا ساتھ نہیں دے سکتے کہ ہم ان ظالموں کو اقتدار سے ہٹا دیں تو ایسا نہیں ہے کہ ہم خاموش بیٹھ جائیں نہیں بلکہ ہمارا جہاد ظالموں سے جاری ہے اور وہ زبان کے ذریعے سے ہے جس کو ختم کرنے کا فقط ایک ہی طریقہ ہے کہ ہماری زبانوں کو کاٹ دیا جائے۔

امام صادق علیہ السلام ہی کے زمانے میں بنی عباس کی حکومت کے قیام کے بعد لوگوں میں یہ باتیں کی گئیں کہ اگر یہ حکومتیں صحیح نہیں ہیں تو کم از کم ان کے ساتھ مل کر لوگوں کی فلاح وبہبود

کا کام تو کیا جا سکتا ہے۔ بہت سے سادہ لوح افراد اس دھوکہ میں آ گئے اور حکومت کا ساتھ دینا شروع کر دیا۔ امام علیہ السلام نے حکومت کی اس حکمت عملی کو بھی فقط اپنے اقوال کے ذریعے سے شکست دی امام علیہ السلام نے ایک موقعہ پر ایک چھوٹا سا جملہ ارشاد فرمایا کہ

"حتیٰ مسجد کی تعمیر میں بھی ظالموں کی مدد نہ کرو"۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱۲ صفحہ ۱۳۴)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے معاشرے میں پھیلے ہوئے ان افراد کی بھی مذمت کی جو دولت کے لالچ میں جانتے ہوئے بھی کہ یہ حکمران غاصب اور ظالم ہیں ان کی مدح و سرا میں مشغول تھے۔

امام گرامی قدر فرماتے ہیں کہ:

"اگر کوئی ظالم حکمرانوں کی مدح کرے اور اس کی دولت کے لالچ میں عزت کرے تو وہ شخص اسی ظالم کا پڑوسی ہوگا آخرت میں"۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱۲ صفحہ ۱۳۳)

لمحہ فکر یہ ہے ہم لوگوں کے لئے کہ آج ہم اگر کسی ایسے شخص کی مدح کریں کہ جس کے بارے میں ہم جانتے ہیں کہ وہ ظالم ہے لیکن کیونکہ وہ ہمارے ذاتی حقوق ہم کو دلا دے گا یا پھر ہم کو کسی اچھی جگہ نوکری دلوا سکتا ہے اور ہم اس ظالم شخص کی مدح شروع کر دیں تو یاد رکھئے کہ ہماری جگہ بھی دوزخ میں ہوگی۔

جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا کہ آئمہ (علیہم السلام) بار بار لوگوں تک یہ پیغام پہنچا رہے

تھے کہ حکومت اور ولایت ہمارا حق ہے اور ہم ہی اس منصب کے اہل ہیں۔ اسی ضمن میں امام علیہ السلام کی بھی سیاسی حکمت عملی کا تقاضہ یہی تھا کہ لوگوں تک یہ پیغام پہنچائیں کہ اول اسلام سے لے کر انتہا تک جتنے بھی خلیفہ آئیں گے اگر وہ ہمارے علاوہ کوئی ہو تو غاصب ہے۔ ان نظریات کا اظہار ایسا تھا جیسے شیر کے منہ سے شکار چھین لینا امام علیہ السلام نے حالات پر نظر رکھتے ہوئے اپنے بیانات اس طرح سے دیئے کہ افراد تک یہ بات پہنچ گئی اور وہ اس طرح سے ہوا کہ اس زمانے میں لوگ بنی امیہ یا بنی عباس کے خلفاء کو امیر المومنین کہہ کر پکارتے تھے ایک شیعہ نے آپ سے سوال کیا کہ کیا امام قائم (عج) کے ظہور کے بعد ان کو امیر المومنین کہہ کر سلام کر سکیں گے؟

امام علیہ السلام نے اس سوال کے جواب میں ایک پورا نظریہ دیا اور فرمایا:

"یہ نام مخصوص ہے امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے ان سے پہلے نہ کسی کو اس نام سے پکارا گیا اور نہ ان کے بعد کسی کو اس نام سے پکارا جائے گا مگر کافر"۔

(اصول کافی جلد ۱ صفحہ ۴۱۳)

امام علیہ السلام نے کمال صراحت سے یہ بات لوگوں تک پہنچا دی کہ جو بھی اپنے آپ کو امیر المومنین کہلوائے وہ کافر ہے۔

اپنے آخری دور میں بھی امام علیہ السلام نے سیاسی نزاکتوں کو سمجھا اور اس کے توڑ کے مطابق عمل کیا۔ منصور دوانیقی نے آپ علیہ السلام کو بے انتہا پریشانیوں میں مبتلا کیا اور کئی مرتبہ آپ علیہ السلام کو قتل کرنے کی دھمکی دی آپ علیہ السلام نے منصور دوانیقی کی ان ہی

باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے وصی کی جان بچانے کے لئے ایک اور سیاسی حربہ استعمال کیا
۔

امام صادق علیہ السلام نے اپنی وصیت میں اپنے پانچ وصی مقرر کئے ۔

۱۔ابوجعفر منصور دوانیقی خلیفہ وقت

۲۔محمد بن سلیمان (مدینہ کا گورنر)

۳۔عبداللہ افطح (آپ علیہ السلام کے فرزند)

۴۔موسیٰ بن جعفر (آپ علیہ السلام کے فرزند)

۵۔حمیدہ (آپ علیہ السلام کی زوجہ محترمہ)

البتہ یہ وصیت جیسا کہ پہلے عرض کیا سیاسی تھی کیونکہ امام صادق علیہ السلام کے وصی اور جانشین امام موسیٰ کاظم علیہ السلام تھے۔

جب امام علیہ السلام کے انتقال کی خبر منصور کو ملی تو اس نے اپنے ایک وزیر کو بلایا اور کہا کہ والی مدینہ کے نام خط لکھو۔

"یہ خط والی مدینہ محمد بن سلیمان کے لئے خلیفہ وقت منصور کی طرف سے ہے اگر جعفر بن محمد نے کسی خاص شخص کو اپنا وصی بنایا ہو تو اس کو اپنے پاس بلاؤ اور اس کا سرتن سے جدوا کردو"۔

یہ خط والی مدینہ کے پاس پہنچا تو اس کا جواب کچھ یوں آیا کہ جعفر بن محمد نے پانچ افراد کو اپنا وصی بنایا ہے۔

۔منصوردوانیقی 1

۲۔محمد بن سلیمان

۳۔عبداللہ افطح

۴۔موسیٰ بن جعفر

۵۔حمیدہ۔(اصول کافی جلد ا صفحہ ۳۱۰)

جب منصور کو یہ خط ملا تو اس نے کہا کہ

"میرے پاس ان افراد کو قتل کرنے کا کوئی راستہ نہیں"۔

(اعلام الوری صفحہ ۱۹۰)

اس کے علاوہ امام علیہ السلام نے ایک اور وصیت بھی کی کہ میری وفات کے سات سال بعد تک حج کے ایام میں عزاداری امام حسین علیہ السلام کی جائے اور اس عزاداری کے لئے آپ علیہ السلام نے اپنے مال کا کچھ حصہ مقرر فرمایا۔

یہ وصیت بھی سیاسی تھی کیونکہ ان مجالس کے ذریعے سے دوسرے افراد امام علیہ السلام کی مظلومیت سے باخبر ہوتے اور ان کو پتہ چلتا کہ کس طرح امام علیہ السلام پر ظلم ہوئے ہیں اور جب اس کے ذریعے ان کے دل اماموں کی طرف مائل ہوتے اور وہ آئمہ علیہ السلام کی زندگی کے بارے میں جستجو کرتے جس کا نتیجہ یہ نکلتا کہ لوگ باطل حکومت سے دوری اختیار کرتے اور صالح افراد لوگوں کے امور کو سنبھالتے۔

امام موسی کاظم علیہ السلام اور سیاست

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا زمانہ امامت ۳۵ سال پر محیط تھا اور اس دوران چار عباسی خلیفہ گزرے جن میں سے ہارون رشید نے سب سے زیادہ خلافت کی اور اسی خلیفہ نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو سب سے زیادہ تکلیف پہنچائی اور سب سے زیادہ پریشان کیا لیکن اسکے باوجود امام علیہ السلام کو جب بھی فرصت ملتی آپ حکومت کے خلاف سرگرم عمل ہو جاتے۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی زندگی کے بارے میں بحث کرنے سے پہلے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ آگ کی توجہ اس نکتہ کی طرف مبذول کراؤں کہ آئمہ اطہار (علیہم السلام) کی زندگی میں آپ کو اکثر واقعات بار بار پڑھنے کو ملتے ہیں اسکی وجہ یہ کہ آئمہ (علیہم السلام) کی سیاسی زندگی تقریباً ایک جیسی تھی کیونکہ ہر خلیفہ وقت کا ہدف ایک تھا اور وہ یہ کہ ان شخصیات کو کسی نہ کسی طرح لوگوں سے جدا کر دیا جائے۔ یہ شخصیات عوام سے اپنا رابطہ مضبوط نہ کر سکیں کیونکہ اگر ایسا ہو گیا تو پھر ان کی حکومت کو خطرہ لاحق ہو جائے گا۔

اس کے مقابلے میں آئمہ (علیہم السلام) کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو صحیح راستے کی نشاندہی کر دی جائے ان کو کمال کا راستہ بتا دیا جائے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے آئمہ (علیہم السلام) نے کبھی بھی حکومت کو اپنے اور عوام کے درمیان روکاوٹ نہ بننے دیا آئمہ (علیہم السلام) نے چھوٹی ملاقاتوں میں جزئی مسائل کے جواب میں بھی لوگوں کی ہدایت فرمائی جیسا کہ پہلے امام صادق کا امیر المومنین کے نام والا قصہ بیان کیا گیا کہ جس میں امام صادق نے ایک جزئی مسئلہ پر ایک کلی موضوع کو بیان کیا۔ ان تمام اہداف اور مقاصد میں آئمہ (علیہم

السلام) کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ عوام کو بتایا جائے کہ یہ حکومت غیر قانونی ہے۔ یہ خلیفہ غاصب ہیں اور اس منصب کے حق دار نہیں ہیں۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی زندگی میں بھی ہمیں ایسے واقعات کثرت سے ملتے ہیں جو کہ اسی مقصد کو حاصل کرنے کے سلسلے میں تھے۔ مثال کے طور پر امام موسیٰ کاظم کا ایک ماننے والا جن کا نام صفوان تھا ان کے پاس اس زمانے میں اونٹ ہوا کرتے تھے جس کو وہ قافلے والوں کو کرائے پر دیتے تھے ایک دفعہ حج کے زمانے میں ہارون رشید نے ان اونٹوں کو کرائے پر لیا امام کو جب اسکی خبر ملی تو امام نے صفوان کو بلایا اور پوچھا کہ کیا تم نے اپنے اونٹ ہارون رشید کو کرائے پر دیئے ہیں صفوان نے کہا جی مولا۔

امام نے فرمایا کہ پھر تو ضرور تمہاری یہ دعا ہوگی کہ جب تک اونٹوں کا کرایہ نہ مل جائے ہارون رشید اور اس کے درباروالے زندہ رہیں؟ صفوان نے جواب دیا جی مولا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا:

"جو بھی ان کی بقاء کی دعا کرے گا وہ ان میں سے ہے اور جو ان میں سے ہے اسکا ٹھکانہ جہنم ہے"

صفوان نے جب یہ سنا تو چہرہ شرم سے سرخ ہو گیا توبہ کی اور اپنے اونٹ کسی کو بیچ دیئے ہارون رشید کو جب اس کی خبر ملی تو ہارون نے کہا کہ اگر صفوان سے پرانی دوستی نہ ہوتی تو اس کو پھانسی پر لٹکا دیتا۔ (وسائل الشیعہ جلد ۱۲ صفحہ ۱۳۱۔۱۳۲)

اسی کے ذیل میں امام صادق اور امام کاظم علیہ السلام کا ایک واقعہ ذکر کروں گا اور پھر جو چیز

مقدمہ کے طور پر عرض کی گئی اس سے متعلق کچھ نتیجہ اخذ کریں گے۔

ایران کے شہر کا گورنر نجاشی تھا جو کہ شیعان اہل بیت میں سے تھا ایک دفعہ خلیفہ کے ظلم وستم سے تنگ آ کر اور پریشان ہو کر امام صادق علیہ السلام کو خط لکھا اور اس میں حکومت کے ظلم وستم اور خلیفہ کی زیادتیوں کے بارے میں لکھا اور آخر میں امام سے درخواست کی کہ:

" میں یہ گورنری چھوڑنا چاہتا ہوں کیونکہ ڈرتا ہوں کہ میری آخرت کا کیا ہوگا آپ مجھ کو اجازت دیجئے کہ میں اس مقام کو چھوڑ دوں"

امام علیہ السلام نے جواب میں تحریر فرمایا کہ:

تمہارا خط ملنے سے مجھے خوشی بھی ہوئی اور میں پریشان بھی ہوا خوشی اس وجہ سے ہوئی کہ میں نے اپنے آپ سے کہا کہ:

" خدا سے امیدوار ہوں کہ خدا تمہارے ذریعے سے آل محمد کے بے آسرا لوگوں کو پناہ دے آل محمد کے بے بس لوگوں کو تمہارے ذریعے سے عزت دے آل محمد کے غریب لوگوں کو تمہارے ذریعے سے غنی کرے، ضعیف لوگوں کو قوی کرے اور دشمن کی آگ کو ان کی نسبت تمہارے ذریعے سے کم کرے"

میری پریشانی کا سبب یہ کہ:

" سب سے چھوٹی چیز جس کی وجہ سے میں پریشان ہوں وہ یہ ہے کہ خدا نہ کرے کہ تم ہمارے دوستوں میں سے کسی سے بھی برا سلوک کرو اور اسکے نتیجہ میں خطیرہ القدس کی خوشبو سے بھی محروم ہو جاؤ" (وسائل الشیعہ جلد ۱۲ صفحہ ۱۵۲)

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے ماننے والوں میں علی بن یقطین نامی ایک شخص تھا جو کہ خلیفہ کے دربار میں وزیر تھا ایک دفعہ خلیفہ کے ظلم وستم سے تنگ آ کر امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو ایک خط لکھا کہ:

" خلیفہ کے ظلم وستم کی انتہا ہو چکی ہے میری برداشت سے باہر ہے یہاں پر مجھے اپنا دم گھٹتا ہوا محسوس ہوتا ہے میں روز قیامت کے حساب وکتاب کے بارے میں سوچ کر اور پریشان ہو جاتا ہوں اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں یہاں سے فرار ہو جاؤں اور کہیں چھپ جاؤں۔"

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اسکے جواب میں تحریر فرمایا کہ:

" تم کو اجازت نہیں دوں گا کہ تم اس کام کو چھوڑ دو جو کہ تم انکے دربار میں انجام دے رہے ہو بس خدا کو مت بھولنا"

(وسائل الشیعہ جلد ۱۲ صفحہ ۱۴۳)

اگر ہم پچھلے صفحوں پر ایک نظر ڈالیں تو ہم کو ایسے واقعات نظر آئیں گے کہ جس میں آئمہ (علیہم السلام) نے اپنے ماننے والوں کو خلفاء سے رابطہ برقرار کرنے پر سخت تنقید کا نشانہ بنایا تھا لیکن ان دو واقعات کی طرف نگاہ ڈالیں تو امام صادق علیہ السلام اور امام موسیٰ کاظم علیہ السلام گورنر اور وزیر کو اجازت نہیں دیتے کہ وہ حکومت چھوڑ دیں وہ شخص جس نے اپنے اونٹ فقط کرائے پر دے رکھے ہیں اس کو اتنی مہلت بھی نہیں دیتے کہ وہ اپنے اونٹوں کا کرایہ لینے تک انتظار کر لے یا اگر کوئی کسی ذریعے سے وزیروں کے لئے کام کر رہا ہے تو

فرماتے ہیں کہ اسکی جگہ دوذج میں ہے آخر اسکا کیا سبب ہے؟ آیا یہ دو مخالف سوچیں ہیں؟ آیا یہ ایک دوسرے کے مخالف عمل ہیں؟ اگر نہیں تو پھر اسکا جواب کیا ہے؟

ان سوالوں کے جواب میں چند نکات بیان کروں گا جس کی بناء پر آئمہ اطہار (علیہم السلام) کے عمل میں یہ اختلافی چیزیں نظر آتی ہیں ان کی وجہ سے آئمہ (علیہم السلام) کے عمل میں کسی قسم کا کوئی تضاد نہیں۔

وہ شخص جو کہ دربار میں یا حکومت کے ساتھ کام کر رہا ہے اسمیں مندرجہ ذیل صفات ہونی چاہئیں۔

۱۔ متقی اور پرہیز گار ہونا۔

۲۔ ولایت آئمہ (علیہم السلام) پر ایمان ہونا۔

۳۔ غریب اور نادار لوگوں کی مدد کرنا۔

۴۔ صاحبان ایمان کا دفاع اور ان کی حفاظت کرنا۔

۵۔ رازدار رہنا۔

اسی ضمن میں ایک اور اہم نکتہ کی طرف اشارہ کرتا چلوں اور ایک اور واقعہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی زندگی کے بارے میں بیان کروں۔

خلفاء بنی عباس کی تاریخ کے اندر ہمیں کچھ ایسے خلفاء بھی ملتے ہیں جو بڑے نرم دل تھے، اور انہوں نے جو مال ان سے پہلے والے خلفاء نے غصب کیا تھا وہ واپس کر دیا تھا، من جملہ ان میں فدک بھی تھا جو کہ انہوں نے واپس کرنے کی حامی بھری اس سلسلے میں واقعہ بعد میں

بیان کروں گا۔جس نکتہ کی طرف آپکی توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ یہ نہیں ہے بلکہ وہ یہ کہ ان خلفاء کی نرمی اس وجہ سے نہیں تھی کہ وہ آئمہ اطہار (علیہم السلام) سے محبت کرتے تھے بلکہ پے در پے ظالم حکمرانوں کی وجہ سے عوام کے اندر غصہ بھر چکا تھا اور مختلف جگہوں سے حکومت کے خلاف تحریکیں شروع ہوگئی تھیں ان تحریکوں اور ان مخالفتوں کو دبانے کے لئے خود حکومت کے مشیر ایسے خلیفہ کو چنتے تھے جو کہ کم ظلم کرے اور لوگوں کے غصب شدہ حقوق ان کو واپس دے دے، اور یہی افراد جب دیکھتے تھے کہ عوام کا غصہ کم ہوگیا تو خود ہی اس خلیفہ کو زہر دے کر مار دیتے تھے۔

مہدی عباسی (بنی عباس کا تیسرا خلیفہ) نے اپنے آباء واجداد کے گناہ پر پردہ ڈالنے کیلئے اور آزادی کی تحریکوں کو ختم کرنے کے لئے تخت پر بیٹھنے کے بعد عام اعلان کیا کہ اگر کسی کا حق میری گردن پر ہے وہ آکر اسکا مطالبہ کرے تو اسکا حق اس کو واپس لوٹا دیا جائیگا۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے جب یہ اعلان سنا تو مہدی عباسی کے پاس گئے اس وقت مہدی عباسی لوگوں کے حقوق ان کو واپس کرنے میں مشغول تھا۔

امام علیہ السلام نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے فرمایا:

"کیا ہمارے چھنے ہوئے حقوق ہم کو واپس نہیں دیئے جائیں گے؟

مہدی عباسی نے کہا: آپ کے حقوق کون سے ہیں۔

امام علیہ السلام نے جواب میں فرمایا کہ "فدک"

مہدی نے کہا کہ فدک کی حدود معین کردیں تو میں فدک آپ کو واپس پلٹا دوں گا۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اس کے جواب میں فرمایا:

" فدک کی پہلی حد احد کا پہاڑ ہے اس کی دوسری حد عریش مصر ہے اس کی تیسری حد خزر کے ساحل تک ہے اور اس کی چوتھی حد عراق اور شام ہے۔(یعنی تمام حکومت اسلامی)"

مہدی عباسی نے تعجب سے پوچھا کہ یہ فدک کی حدود ہیں!

امام کاظم علیہ السلام نے فرمایا: ہاں

یہ سن کر مہدی عباسی اس قدر غصہ میں آیا کہ غصہ کے آثار اس کے چہرے سے عیاں تھے کیونکہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اس جواب کے ذریعے سے اس کو سمجھانا چاہتے تھے کہ حکومت اسلامی کی باگ ڈور ہمارے ہاتھ میں ہونی چاہیے مہدی عباسی وہاں سے اٹھ کر جانے لگا اور زیر لب کہہ رہا تھا کہ یہ حدیں بہت زیادہ ہیں اس کے بارے میں کچھ سوچنا پڑے گا۔(بحار الانوار جلد ۴۸ صفحہ ۱۵۶)

امام رضا علیہ السلام اور سیاست

حضرت امام رضا علیہ السلام کا طرز زندگی بھی اپنے اجداد کی طرح تھا۔ آپ علیہ السلام نے بھی اپنی تمام زندگی ظالموں کے خلاف جہاد میں گزاری، اور ان میں بنی عباس کے خلفاء سرفہرست تھے کہ جن کی خلافت کو آپ علیہ السلام نے کبھی بھی قانونی حیثیت نہیں دی۔

آپ علیہ السلام کے ایک صحابی سلیمان جعفری نے کہا کہ میں امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور سوال کیا کہ مامون کی حکومت سے تعلقات کے بارے میں آپ علیہ السلام کا نظریہ کیا ہے؟

حضرت امام رضا علیہ السلام نے جواب میں فرمایا:

"ان کی طرف عمداًاور جان بوجھ کر توجہ دینا گناہ کبیرہ میں سے ہے اور اس کی سزا آتش دوزخ ہی"

وسائل الشیعہ جلد ۱۲ صفحہ ۱۳۸ بحارالانوار جلد ۷۵ صفحہ ۳۷۴

کیونکہ امام رضا علیہ السلام نے ولی عہدی کو قبول کرلیا تھا اس لئے بعض افراد کے ذہنوں میں یہ سوال پیدا ہوتا تھا لیکن سوال یہ ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے کیوں ولی عہدی کو قبول کیا؟

اسلامی سلطنت میں بڑھتی ہوئی اسلامی تحریکوں کو دیکھ کر مامون کو یہ احساس ہونے لگا تھا کہ اب حکومت کو خطرہ لاحق ہے، اور اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ حضرت امام رضا علیہ السلام مدینہ میں تھے اور آپ علیہ السلام کا رابطہ عام لوگوں سے مضبوط تھا مامون نے اس

رابطے کو توڑنے کے لئے اور آپ علیہ السلام کو زیر نگرانی رکھنے کے لئے ایک چال چلی۔ خراسان سے مدینہ خط بھیجا کہ میں حکومت کے تمام امور آپ علیہ السلام کو سونپنا چاہتا ہوں اس لئے آپ علیہ السلام خراسان تشریف لے آیئے۔

مدینہ کے گورنر نے حالات کو کچھ اس طرح سے بنایا کہ امام علیہ السلام کو اپنی مرضی کے بغیر مدینہ چھوڑنا پڑا (البتہ تمام آئمہ اطہار علیہ السلام کے لئے مدینہ چھوڑنا بہت مشکل ہوتا تھا کیونکہ وہاں پر رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور حضرت زہرا (علیہ السلام) کی مطہر اور منور قبریں ہیں)۔

جب حضرت امام رضا علیہ السلام مامون کے پاس پہنچے تو مامون نے آپ علیہ السلام کو خلافت کی پیشکش کی۔ آپ علیہ السلام نے بڑی سختی سے اس کو رد کر دیا تقریباً دو ہفتہ تک اس گفتگو کا سلسلہ جاری رہا ایک دن مامون نے کہا کہ میں خلافت سے استعفاء دینا چاہتا ہوں اور خلافت کے امور آپ علیہ السلام کے ہاتھ میں سونپنا چاہتا ہوں۔

امام علیہ السلام نے اس کے جواب میں فرمایا:

"اگر یہ خلافت تمہاری ہے اور خدا نے اس کو تمہارے لئے قرار دیا ہے تو تمہارے لئے جائز نہیں ہے کہ جو لباس خدا نے تمہارے لئے سیا ہے تم اسے دوسرے کو پہنا دو اور اگر خلافت تمہاری چیز نہیں ہے تو جائز نہیں ہے کہ جو چیز تمہاری نہیں ہے اس کو مجھے دے دو۔ عیون اخبار الرضا جلد ۲ صفحہ ۱۳۹، ۱۴۰

مامون کا زور بڑھتا گیا اور آپ علیہ السلام کا انکار اپنی جگہ پر رہا مامون آپ کا انکار دیکھ کر

کچھ نرم ہوا اور آپ علیہ السلام کو جانشینی کی پیشکش کی۔ آپ علیہ السلام نے اس کو بھی قبول کرنے سے انکار کر دیا مامون نے بہت زور دیا آخر کار نوبت یہاں تک پہنچی کہ اس گستاخ نے کہا کہ اگر آپ علیہ السلام نے جانشینی قبول نہیں کی تو میں آپ علیہ السلام کو قتل کر دوں گا۔

امام علیہ السلام نے اس کے جواب میں فرمایا کہ:

خدا نے مجھ کو منع کیا ہے کہ میں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالوں اور اب جب کہ تم زبردستی کر رہے ہو تو میں اپنی شرائط کے ساتھ جانشینی کو قبول کروں گا:

۱۔ کسی کو کسی کے مقام سے ہٹاؤں گا نہیں اور کسی کو کسی کے مقام پر فائز نہیں کروں گا۔

۲۔ فتویٰ نہیں دوں گا۔

۳۔ قضاوت نہیں کروں گا۔

۴۔ وہ چیز جو کہ قائم ہے اس کو تبدیل نہیں کروں گا۔

(مناقب آل ابیطالب علیہ السلام جلد ۴ صفحہ ۳۶۳)

یہ شرائط اس بات کی مکمل نشاندہی کر رہی ہیں کہ امام علیہ السلام نے مامون کی سیاست کو سمجھتے ہوئے اس کا جواب دیا مامون یہ چاہتا تھا کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کو حکومت میں لا کر یہ ثابت کر دے عام مسلمان کے لئے کہ میری حکومت قانونی ہے اور شرعی ہے لیکن امام علیہ السلام نے اس کے مقابلے میں اپنی خاص روش اختیار کی اور یہ بات سمجھا دی کہ میرا مامون کی ظالم حکومت سے کوئی رابطہ نہیں ہے اور جانشینی فقط ایک عنوان کی حیثیت رکھتی ہے۔

امام علیہ السلام نے اپنی روش کے ذریعے سے دو چیزوں کی وضاحت کی۔

ا۔امام علیہ السلام مامون کی حکومت سے راضی نہیں تھے۔

۲۔ جانشینی کو قبول کرنا ظاہری تھا کیونکہ امام علیہ السلام کی نظر میں آپ کا زندہ رہنا معاشرے کے لئے ضروری تھا اوراس زمانے کے واقعات اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں امام علیہ السلام نے یہ بات صریحاً بیان کردی تھی کہ میں تم سے پہلے دنیا سے چلا جاؤں گا (یعنی مجھے جانشین بنانا بے معنی ہی)امام علیہ السلام نے جانشینی کو قبول کرنے کے بعد محروم اورنادارفقراءاورمساکین کی تاحدامکان مدد کی اوران کے حقوق ان کو دلوائے۔

اپنی مفصل نشستوں میں شیعہ مذہب کی حقانیت کو ثابت کیا اورتشیع کے اصولوں کو جو کہ دراصل خالص اسلام کے اصول ہیں روشن اور واضح کیا اور ان کو پھیلایا جس کی وجہ سے شیعت کو عروج ملا اور بہت سے علاقوں میں شیعت پھیل گئی یہی مسائل تھے کہ جو آگے چل کر اس بات کا سبب بنے کے آپ علیہ السلام کو زہر دے کر شہید کردیا گیا۔

ان تمام شرائط کے باوجود امام علیہ السلام نے مامون کی سیاست کو سمجھا اوراس کو موقعہ پر ختم کردیا اوراس کے مقابل اپنے آپ علیہ السلام کو جھکایا نہیں،لیکن اگر امام علیہ السلام ان تمام چالاکیوں کے سامنے سادگی سے بیٹھے رہتے اور سیاسی مسائل کو سمجھتے تو شاید وہ واقعات پیش نہ آتے جو کہ تاریخ میں ثبت ہوئے۔

ان تفصیلات کے ذیل میں ایک واقعہ بیان کرتا چلوں کہ کس طرح سے امام رضا علیہ السلام نے مامون کی مخالفت کی ہے امام علیہ السلام کو مدینہ اور حجاز سے یہ خبر دی گئی کہ وہاں پر

مسلمانوں کی حالت بہت خراب ہے اور وہاں کے حکمرانوں نے بھی عوام پر ظلم کے پہاڑ توڑ دیئے ہیں۔

ایک دن مامون ہاتھ میں لمبا چوڑا سا خط لئے امام علیہ السلام کے پاس آیا اور اس خط کو پڑھا اس میں کابل کے اطراف کے کچھ علاقوں کی فتح کی خبر دی گئی تھی جب خط ختم ہو گیا تو امام علیہ السلام نے مامون سے پوچھا کہ:

"کیا تم مشرک اور کافر قوموں کی کچھ زمین کو فتح کرنے کی وجہ سے خوش ہو؟"

مامون نے تعجب سے پوچھا آیا ان شہروں کی فتح خوشی کی بات نہیں ہے؟

امام علیہ السلام نے اس کے جواب میں فرمایا:

"امت محمد کے سلسلے میں خدا کے فرمان کی مخالفت سے پرہیز کرو اور اسی طرح سے قیادت کے سلسلے میں بھی جو کہ تمہارے ہاتھ میں ہے کیونکہ تم نے مسلمانوں کے امور کو تباہ و برباد کر دیا ہے اور عوام پر ایسے حکمرانوں کو مسلط کر دیا ہے جو کہ خدا کے فرمان کے خلاف کام کرتے ہیں اور تم یہاں پر بیٹھے ہوئے ہو اور مرکز وحی کو چھوڑ دیا ہے اور وہاں کے مظلوم عوام کی فکر میں نہیں ہو"

(عیون اخبار الرضا ج ۲ صفحہ ۱۵۹، ۱۶۰)

یہاں پر امام علیہ السلام نے مامون کو مبارک باد دینے کے بجائے اس کے نمائندوں کی بے عدالتی پر اس کو ڈانٹا اور مصلح کہنے کی بجائے اس کو فاسد کہا۔

آئمہ اطہار (علیہم السلام) نے اپنے اصولوں پر کبھی سمجھوتا نہیں کیا کسی بھی زمانہ میں کسی بھی

صورت حال میں ۔آئمہ (علیہم السلام) کے ان ہی اصولوں میں مظلوم عوام کی حمایت تھی اور ان کی مدد کرنا تھی کبھی راتوں کو روٹیوں کی بوری کمر پر رکھ کر کبھی اندھے اور بوڑھے شخص کو کھانا کھلا کر، کبھی جنگ کر کے اور کبھی درس و بحث کی محفلوں میں بیٹھ کر، اس اصول کی حفاظت تمام آئمہ اطہار (علیہم السلام) نے اپنے حالات کے مطابق کی ۔امام رضا علیہ السلام نے بھی گو کہ سیاسی صورتحال سے اس قدر مضبوط نہ تھے مگر اس کے باوجود بھی کس قاطعیت اور یقین کے ساتھ آپ علیہ السلام نے ظالم حکمرانوں کے سامنے مظلوم مسلمانوں کی حمایت کی ۔

ایک دفعہ ایک زاہد اور متقی شخص نے چوری کی اور وہ پکڑا گیا جب اس کو مامون کے دربار میں لایا گیا تو اس نے مامون سے بحث مباحثہ شروع کر دیا بحث نے طول پکڑا یہاں تک کہ آخر میں مامون نے امام علیہ السلام سے رائے معلوم کی امام علیہ السلام نے کمال صراحت کے ساتھ مامون کے جواب میں فرمایا کہ:

" خدا نے حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے کہا کہ "فللّٰہ الحجۃ البالغۃ" " خدا کے لئے دلیل قاطع ہے (سورہ انعام: ۱۴۹) اور یہ حجت وہی ہے کہ جاہل اپنے جہل کے باوجود اس کو سمجھ لیتا ہے اور عالم اپنے علم کے ذریعے سے اس تک پہنچتا ہے اور دنیا اور آخرت حجت اور دلیل کی بناء پر ہے اور یہ مرد اس کے پاس بھی دلیل ہے"

یہ سننا تھا کہ مامون غصہ میں آ گیا لیکن کیونکہ دربار میں تھا اس لئے اس زاہد کو رہا کر دیا اور لوگوں سے کنارہ گیری اختیار کر لی اور امام رضا علیہ السلام سے بھی ملاقاتیں بند کر دیں یہی سبب تھا کہ اس نے امام رضا علیہ السلام کو شہید کروا دیا اس کے علاوہ امام علیہ السلام کے

بہت سے اصحاب کو بھی شہید کر دیا۔(عیون اخبار الرضا جلد ۲ صفحہ ۲۳۷، ۲۳۸)

آئمہ اطہار (علیہم السلام) کی عملی زندگی کو اگر ہم دقت کی نظر سے دیکھیں یا کم از کم دیکھ ہی لیں تو پھر ہمارے لئے یہ سوال باقی نہ رہے کہ ہم کس شخصیت کو اپنے لئے معیار بنائیں کس روش کو اپنائیں کس تنظیم کو اختیار کریں ہمارے لئے راستہ روشن ہے صرف اس بات کی دیر ہے کہ ہم اس پر اپنی عملی زندگی میں عمل کریں۔اور سیرت آئمہ (علیہم السلام) کو یہ کہہ کر نہ چھوڑ دیں کہ ہم تو اس قابل نہیں اور یہ عمل تو فقط آئمہ (علیہم السلام) ہی انجام دے سکتے تھے اگر ہم یہ سوچ کر آئمہ (علیہم السلام) کی زندگی کو چھوڑ دیں تو میرے خیال میں یہ سب سے بڑا ظلم ہوگا جو کہ ہم ان کے حق میں کریں گے۔

امام محمد تقی علیہ السلام اور سیاست

امام محمد تقی علیہ السلام ۱۹۵ ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۰۳ ھ میں امام رضا علیہ السلام کے بعد ۸ سال کی عمر میں امامت کے منصب پر فائز ہوئے۔آئمہ اہل بیت (علیہم السلام) کی تاریخ میں یہ پہلی دفعہ تھا کہ کسی امام کی امامت ۸ سال کی عمر میں شروع ہوئی ہو یا یوں کہہ لیجئے کہ بلوغ کی حدود تک پہنچنے سے پہلے امامت کے منصب پر فائز ہوئے ہوں (البتہ یہ آغاز تھا اس بات کا کہ باقی آئمہ (علیہم السلام) کو بھی کم سنی میں امامت ملے جیسے امام علی نقی علیہ السلام اور خود امام زمانہ (عج) کہ ان حضرات (علیہم السلام) کو بالترتیب ۸ اور ۵ سال کی عمر میں امامت ملی) یہی وجہ تھی کہ امام رضا علیہ السلام کی تاکید کے باوجود شیعوں میں بھی امام محمد تقی علیہ السلام کی کم سنی اختلاف کا باعث بنی تو چہ جائے کہ شیعوں کے مخالف افراد، اسی وجہ سے حکومت کے کارندوں نے لوگوں میں یہ بات پھیلانا شروع کر دی محمد بن علی رضا علیہ السلام میں امام بننے کی صلاحیت نہیں ہے اس طرح کی افواہوں سے حکومت کا مقصد یہ تھا کہ عوام کو امام سے دور کر دیا جائے، لیکن امام محمد تقی علیہ السلام نے اپنی کم سنی کے باوجود کیونکہ علم لدنی کے حامل تھے، خلیفہ کے اس جال کو بھی توڑنا شروع کر دیا آپ علیہ السلام نے اپنی علمی سرگرمیوں کو تیز کر دیا اور علمی محفلوں کی تعداد میں اضافہ کر دیا۔

جب امام علیہ السلام خلیفہ کے اصرار پر مدینہ سے بغداد تشریف لائے تو خلیفہ نے فیصلہ کیا کہ اپنی بیٹی کی شادی آپ علیہ السلام سے کر دی جائے تا کہ امام علیہ السلام کی سرگرمیاں بھی زیر نظر رہیں اور شیعوں کے آنے جانے پر بھی نظر رکھی جا سکے لیکن خلیفہ نے اس کا کھل کر

اظہار نہیں کیا جس کی وجہ سے اس کے درباروالے اس سے شکایت کرنے لگے کہ یہ تو ابھی کم سن ہیں اور اس کی معلومات دین کے متعلق کم ہیں خلیفہ نے کہا کہ اگر چاہتے ہو تو محمد بن علی علیہ السلام کا امتحان لے لو (کیونکہ خود خلیفہ کی بھی یہی خواہش تھی کہ اگر ہو سکے تو کسی طرح سے امام کو شکست دے کر عوام کے سامنے رسواء کر دیا جائے) دربار کے علماء نے یحییٰ بن اکثم جو کہ مشہور اور نامی گرامی فقیہ اور قاضی تھا کو آمادہ کر لیا کہ وہ امام علیہ السلام سے بھرے دربار میں ایسا سوال کرے کہ امام علیہ السلام اس کا جواب نہ دے سکیں ۔ جب امام علیہ السلام دربار میں تشریف لائے تو یحییٰ بن اکثم نے خلیفہ سے اجازت لے کر امام علیہ السلام سے سوال پوچھا کہ اگر محرم (جس نے احرام حج باندھا ہوا ہے) حرم خدا کی حدود میں کسی جانور کو قتل کرے تو اس کا کفارہ کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے اسکے جواب میں اکثم سے سوال کیا کہ:

"محرم نے اس کو حرم میں شکار کیا ہے یا کسی اور جگہ؟ مارنے والا حکم کو جانتا تھا یا نہیں؟ عمداً مارا ہے یا سہواً؟ آیا ابتداء اس کو مارا ہے یا دفاع کرتے ہوئے آیا شکار پرندوں میں سے تھا یا اس کے

علاوہ؟ شکار چھوٹا تھا یا بڑا؟ شکاری اپنے عمل پر قائم ہے یا شرمندہ ہے؟ آیا شکار رات میں ہوا ہے یا دن میں؟ آیا محرم حج عمرہ میں تھا یا حج واجب میں؟"

یہ سوالات سن کر یحییٰ بن اکثم کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں اور تاریخ لکھنے والوں کے بقول گھبراہٹ کے آثار یحییٰ کے چہرے پر اس قدر واضح تھے کہ دربار میں موجود ہر شخص نے

اس کو محسوس کیا جب یحییٰ امام علیہ السلام کے سوال کا جواب نہ دے سکا تو خلیفہ نے امام علیہ السلام سے درخواست کی کہ آپ علیہ السلام ہی اس کا جواب دے دیجئے تو امام نے اپنے سوال کا تفصیل سے جواب دیا۔

معتصم عباسی خلیفہ کے زمانے میں کسی چور نے اپنی چوری کا خود سے اقرار کیا اور خلیفہ سے کہا کہ مجھ پر حد جاری کی جائے۔

خلیفہ نے علماء سے پوچھا کہ حد کا اجراء کہاں تک ہے قاضی احمد ابن داؤد نے کہا کہ میری رائے تو یہ ہے کہ کلائی تک حد کا اجراء ہو۔

خلیفہ نے پوچھا اس کی دلیل کیا ہے اس نے کہا کہ تیمم کے بارے میں خداوند کا ارشاد ہے کہ "وامسحوا بوجوھکم وایدیکم" اور بہت سے علماء اس سے متفق ہیں اسی دوران میں خلیفہ نے محمد تقی علیہ السلام کو بلا بھیجا۔ کچھ دوسرے علماء نے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ہاتھ کا کہنی تک کاٹنا ضروری ہے کیونکہ خدا کا ارشاد ہے کہ "ایدیکم الی المرافق" ان اختلاف آراء کے بعد معتصم نے امام علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اے ابوجعفر علیہ السلام اس سلسلے میں آپ علیہ السلام کی کیا رائے ہے امام نے فرمایا کہ جو جماعت کہتی ہے معتصم نے کہا کہ آپ علیہ السلام اس کو چھوڑ یئے میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ آپ اپنی رائے بتایئے امام علیہ السلام نے فرمایا اب جب کہ تم نے مجھ کو خدا کی قسم دی ہے اس لئے یہ کہہ رہا ہوں کہ علماء نے جو رائے دی ہے اس سلسلے میں انہوں نے غلطی کی ہے ہاتھ کاٹنے میں واجب یہ ہے کہ ہتھیلی کو چھوڑ کر انگلیوں کو جڑ سے کاٹ دیا جائے معتصم نے پوچھا اس کی دلیل کیا ہے امام علیہ

السلام نے فرمایا کہ رسول خدا کا ارشاد ہے کہ سجدہ سات اعضاء پر ہوتا ہے پیشانی، دونوں، ہتھیلیاں، دونوں گھٹنے، دونوں پاؤں، دونوں انگوٹھے اگر چور کا ہاتھ کلائی یا کہنی سے کاٹ دیا جائے تو سجدہ کرنے کے لئے اس کا ہاتھ باقی نہیں رہے گا اور خدا کا ارشاد ہے کہ" ان المساجد للہ۔۔۔" کہ جس سے مراد یہی سات اعضاء ہیں اور جو چیز خدا کے لئے ہو اس کو کاٹا نہیں جا سکتا معتصم امام علیہ السلام کا جواب سن کر بہت متاثر ہوا اور اس نے یہی حکم جاری کیا۔

اس طرح سے اس دور میں کہ جب منصب امامت کو کم سنی کا الزام لگا کر لوگوں سے دور کیا جا رہا تھا امام محمد تقی علیہ السلام نے عام درباروں اور محفلوں میں ان مسائل کا حل پیش کر کے لوگوں کے منہ بند کر دیئے۔

امام علی نقی علیہ السلام اور سیاست

اسلام کے ابتدائی دور میں اسلامی معاشرہ محدود تھا اسلامی تعلیمات عام تھیں اور لوگ اسلام کے گرد جمع تھے یہ اسلامی تعلیمات ہی کا نتیجہ تھا کہ جس کی وجہ سے مسلمانوں نے وہ عظیم ایثار اور فدا کاری انجام دی۔ لیکن جیسے جیسے خود خواہ افراد حکومت کے منصب کو سنبھالنے لگے اور اسلامی تعلیمات سے دور ہونے لگے تو لوگوں کا اعتماد بھی حکومت پر سے اٹھ گیا بلکہ آہستہ آہستہ لوگوں نے حکومت کے خلاف اپنی تحریکیں شروع کر دیں۔

حکومت کو ہر دور میں سب سے زیادہ خطرہ آئمہ (علیہم السلام) سے تھا یہی وجہ ہے کہ ہر خلیفہ نے آئمہ (علیہم السلام) کو اپنے زیر نظر رکھا اور ان کی چھوٹی سے چھوٹی حرکات وسکنات کی تحقیقات کیں۔ امام علی نقی علیہ السلام کے زمانے میں بھی صورتحال کچھ مختلف نہ تھی امام علیہ السلام کو زبردستی مدینہ چھوڑنے پر مجبور کیا گیا اور اس زمانہ کے دارالحکومت یعنی سامرہ میں بلا لیا گیا تا کہ حکومت مکمل طور سے امام علیہ السلام کی سرگرمیوں پر نظر رکھ سکے۔ اسی اثناء میں حکومت اور خلفاء کی یہ بھی کوشش رہی کہ امام علیہ السلام کی حیثیت کو لوگوں کے سامنے کم کریں اور اس ہدف کو حاصل کرنے کے لئے انہوں نے مختلف طریقے اپنائے لیکن امام علیہ السلام نے کبھی اپنے علم سے کبھی زور امامت سے اور کبھی علم غیب کی مدد سے ان کے ان مقاصد کو خاک میں ملا دیا۔

متوکل نے ایک دن ہندی جادوگر سے کہا کہ اگر وہ امام علیہ السلام کو کھلے دربار میں بے عزت کر دے تو وہ اس کو منہ مانگا انعام دے گا۔ جادوگر نے کہا کہ امام علیہ السلام کو کھانے

پر بلاؤ اور ہلکی روٹیاں پکا کر امام علیہ السلام کے سامنے رکھ دو اور مجھ کو امام علیہ السلام کے برابر میں بٹھا دو باقی کام میرا ہے۔ متوکل نے تمام علماء اور دانشوروں کو کھانے پر مدعو کیا من جملہ امام علیہ السلام کو بھی بلایا امام علیہ السلام آنے سے منع کیا لیکن پھر مجبوراً آنا پڑا جب دسترخوان بچھایا گیا تو جادوگر کو امام علیہ السلام کے برابر میں بٹھا دیا گیا امام علیہ السلام نے جیسے ہی روٹی اٹھانے کے لئے ہاتھ بڑھایا تو روٹی پھدک کر آگے چلی گئی امام علیہ السلام نے دوسری دفعہ ہاتھ بڑھایا تو پھر ویسے ہی ہوا امام علیہ السلام نے تیسری دفعہ ہاتھ بڑھایا تو پھر روٹی پھدک کر آگے چلی گئی اس عرصہ میں تمام درباریوں کا ہنس ہنس کر برا حال ہو گیا۔

امام علیہ السلام نے جب یہ منظر دیکھا تو دربار میں موجود ایک شیر کی تصویر کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ اس جادوگر کو کھا جاؤ۔ شیر تصویر سے باہر آیا اور جادوگر کو کھا کر واپس تصویر بن گیا یہ ماجرا دیکھ کر متوکل تو بیہوش ہو گیا اور باقی تمام افراد حواس باختہ ادھر ادھر فرار کر گئے جب خلیفہ کو ہوش آیا تو اس نے امام علیہ السلام سے درخواست کی کہ اس جادوگر کو واپس کر دیجئے امام علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ کام نہیں ہوسکتا یہ کہنے کے بعد امام علیہ السلام واپس تشریف لے گئے۔

معتصم عباسی نے اپنے زمانے میں اسلامی فوج میں عرب اور فارس کی تعداد کم کر کے ترکوں کو بھرتی کرنا شروع کیا اور کچھ عرصہ میں ترک افراد فوج میں اکثریت میں ہو گئے۔ اور ان کا اثر ورسوخ حکومت پر زیادہ ہو گیا اور جب انہوں نے دیکھا کہ حکومت اپنی بقا کے لئے ان کی محتاج ہے تو انہوں نے حکومت پر اپنی خواہشات کو مسلط کرنا شروع کر دیا اپنے ارادہ اور

خواہشات کی بناء پر ایک خلیفہ کو ہٹا کر دوسرے کو اس کا جانشین کر دیتے تھے صرف امام ہادی علیہ السلام کے ۳۳ سالہ دور امامت میں ان ترکوں نے چھ عباسی خلفاء کو حکومت سے برکنار کیا اور دوسرے کو اس کا جانشین مقرر کیا جب معتز خلیفہ خلافت کے منصب پر فائز ہوا تو اس نے دربار کے نجومیوں سے کہا کہ حساب کر کے بتائیں کہ حکومت کتنے عرصہ برقرار رہے گی۔ دربار کے مسخرہ نے کہا کہ یہ تو میں بھی بتا سکتا ہوں تو دربار والوں نے اس سے پوچھا کہ کب تک خلیفہ کی حکومت قائم رہے گی تو اس نے جواب دیا کہ جب تک ترک چاہیں گے۔(الفخزی صفحہ ۲۲۰ تاریخ تمدن اسلامی جلد ۴ صفحہ ۱۸۰)

ترک اس قدر حکومت پر مسلط تھے اور امام محمد تقی ہادی علیہ السلام بھی اس چیز کو اچھی طرح سے جانتے تھے۔ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ واثق کی حکومت کے دور میں عرب مخالفین کی سرکوبی کے لئے ترک کمانڈر کی زیر نگرانی فوج مدینہ بھیجی گئی ایک دن امام علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ چلو ذرا چل کر نزدیک سے اس ترک کمانڈر کے لشکر کو تو دیکھیں آپ علیہ السلام اپنے اصحاب کے ساتھ سڑک کے کنارے کھڑے ہو گئے اور لشکر کے گزرنے کا انتظار کرنے لگے فوج کا کمانڈر جو کہ ترک تھا جب وہاں سے گزرنے لگا تو امام نے اس سے ترکی زبان میں کچھ کہا وہ کمانڈر اپنے گھوڑے سے اترا اور امام علیہ السلام کے پاؤں چومنے لگا جب وہ واپس جانے لگا تو ایک شخص نے اس سے کہا کہ اے شخص علی بن محمد علیہ السلام نے تم سے ایسی کون سی بات کہہ دی کہ جو تم اس قدر شدت سے ان کے فریفتہ ہو گئے اس کمانڈر نے کہا کہ یہ آقا کون ہیں؟

انھوں نے پوچھا کیوں۔

کمانڈر نے کہا کہ اس شخص نے مجھ کو اس نام سے پکارا ہے جس سے میرے گاؤں کے لوگ مجھ کو بچپن میں پکارا کرتے تھے اور کوئی بھی شخص اس نام سے آگاہ نہیں ہے۔(انوار البھیہ صفحہ ۳۰۰)

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام اور سیاست

حضرت امام علی نقی علیہ السلام اور امام حسن عسکری علیہ السلام کو حکومت نے سامرہ بلوایا اس کی وہی سیاست تھی جو مامون نے امام رضا علیہ السلام کے ساتھ چلی تھی وہ یہ کہ امام کی سرگرمیوں پر نظر رکھ سکے۔ حکومت کی کوشش تھی کہ اس مضبوط زنجیر کو توڑ دیں جو کہ امام اور ان کے حامیوں کے درمیان بن چکی تھی حکومت نے امام سے کہا تھا کہ آپ حکومت سے اپنا رابطہ برقرار رکھیں گے جس کے لئے امام کو ہر پیر اور جمعرات کو دربار میں جانا ضروری تھا۔ حکومت نے بظاہر کچھ عرصہ کی قید کے علاوہ امام علیہ السلام کو کوئی اذیت نہیں پہنچائی لیکن زمانے کی حالت کا اندازہ ہم مندرجہ ذیل واقعہ سے لگا سکتے ہیں۔

علی بن جعفر حلبی کہتے ہیں کہ ہم چھاؤنی میں جمع تھے اور منتظر تھے امام کے، کیوں کہ ان کو دربار میں جانا تھا کہ اتنے میں مجھے ایک رقعہ ملا جس پر لکھا تھا کہ:

"کوئی مجھ کو سلام نہ کرے کوئی تم میں سے مجھ کو اشارہ نہ کرے تم خطرے میں ہو"

یہ واقعہ بخوبی ہم کو حکومت کی سختی کے بارے میں بتاتا ہے کہ حکومت نے امام علیہ السلام اور شیعوں کے روابط کو کس قدر کنٹرول میں رکھا تھا۔

امام علیہ السلام نے حکومت کے ان ہی حربوں کو دیکھتے ہوئے اپنے بعد آنے والے امام کے لئے میدان فراہم کیا اور اصحاب کا ایک ایسا گروہ تیار کرلیا جو فقط خط و کتابت کے ذریعے سے آپ علیہ السلام سے رابطہ برقرار رکھتا تھا۔

آپ علیہ السلام نے تمام علاقوں میں اپنے وکیل مقرر کئے تھے جو علاقہ کے مسائل اور وہاں

جمع ہونے والی رقم آپ علیہ السلام کے ان نمائندوں تک پہنچاتے تھے جن کا آپ سے رابطہ تھا اس سلسلے کی سب سے اہم شخصیت عثمان بن سعید عمری کی ہے جو امام زمانہ عج کے پہلے نائب خاص بھی تھے۔

خط بھیجنے کے لئے بھی امام علیہ السلام کے مخصوص افراد تھے جن میں ایک ابوالدیان تھے وہ کہتے ہیں کہ:

میں امام حسن عسکری علیہ السلام کا خدمت گزار تھا اور حضرت کے خطوط کو مختلف شہروں میں لے کر جاتا تھا آخری خط دیتے ہوئے امام علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ خط مدائن لے کر جاؤ اور تم پندرہ دن میں واپس آؤ گے جب پلٹو گے تو مجھ کو غسل دینے کی حالت میں پاؤ گے ابو الدیان کہتے ہیں کہ میں نے ایسا ہی پایا۔

امام علیہ السلام نے اپنی وکالت کے جال کو منظم کیا اور اس کے دو مقاصد تھے۔

ا۔شیعوں کی ہدایت راہنمائی کرنا، ان کی واجب رقم کی ادائیگی کے سلسلے میں تاکہ دین کی حفاظت ہو سکے۔

۲۔ایسے افراد کی پہچان کروانا جن پر آپ علیہ السلام مکمل اعتماد کرتے تھے تاکہ معاشرے میں ان کی شخصیت بنے۔

بہرحال یہ افراد آگے چل کر امام زمانہ (عج) کی غیبت صغری اور پھر غیبت کبریٰ میں لوگوں کی رہنمائی کا ذریعہ بنے۔

اس طرح امام علیہ السلام نے ایک ایسے زمانے میں کہ جب آپ علیہ السلام پر حکومت کی

کڑی نظر تھی ایک ایسا نظام قائم کرنے میں کامیاب ہوگئے جو امامت کی در پردہ شخصیت کے پیغام کو لوگوں تک پہنچا سکے۔

نتیجه

آئمہ اطہار (علیہم السلام) کی زندگی کو اگر ہم دقت کی نظر سے دیکھیں یا اس کا مطالعہ کریں تو پھر ہمارے لئے یہ سوال باقی نہیں رہے گا کہ ہم کس شخصیت کو اپنے لئے مثال (آئیڈیل) بنائیں کس روش کو اپنائیں کس تنظیم میں شمولیت اختیار کریں ہمارے لئے راستہ روشن ہے صرف اس بات کی دیر ہے کہ ہم اس پر عمل کریں۔ آئمہ (علیہم السلام) کی زندگی کے ان پہلوں کو نظر میں رکھ کر ہم کو اب یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ ہماری شخصیت بحیثیت شیعہ کے کیا ہے؟
کہیں ایسا تو نہیں کہ آئمہ (علیہم السلام) کی محبت ہماری زبانوں تک ہی محدود ہو یا یوں کہہ لیجئے کہ ہم سال کے کچھ ہی دنوں میں ان کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور سال کے باقی حصہ میں ہماری زبان ان کے ساتھ مگر ہماری تلواریں (اعمال) یزید اور معاویہ کے ساتھ۔ سال کے باقی دنوں میں آئمہ (علیہم السلام) کی تعلیمات کا ہمارے آس پاس سے گزر بھی نہیں ہوتا اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے اعمال بھی آئمہ (علیہم السلام) کے ساتھ ہوں تو اس کا فقط اور فقط ایک ہی پیمانہ ہے اور ایک ہی میزان ہے اور وہ ہے عمل۔ ہر شخص اپنے عمل سے یہ بات ثابت کرتا ہے کہ وہ کس کا ماننے والا ہے۔
ہم سیرت آئمہ اطہار (علیہم السلام) کو یہ کہہ کر نہ چھوڑ دیں کہ ہم تو اس قابل نہیں اور یہ عمل تو فقط آئمہ (علیہم السلام) ہی انجام دے سکتے تھے۔ اگر ہم یہ سوچ کر آئمہ اطہار (علیہم

السلام) کی عملی زندگی کو چھوڑ دیں گے یہ سب سے بڑا ظلم ہوگا جو کہ ہم خود ان کے چاہنے والے آئمہ اطہار (علیہم السلام) پر کریں گے

والسلام علینا و علی عباداللہ الصالحین

(۱۲صفر المظفر ۱۴۱۵ھ)

امر بالمعروف ونہی عن المنکر1

ہجرت کا نواں سال تھا حضرت پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اطلاع ملی کہ روم کے لشکر نے جس کی تعداد ۴۰ ہزار تھی مدینہ سے ٦١٠ کلومیٹر دور تبوک کے مقام پر پڑاوُ ڈالا ہوا ہے اور مسلمانوں پر حملہ کی تیاری میں مصروف ہے۔ پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جنگ کی تیاری کیلیئے فوجی بھرتی کا اعلان کردیا مدینہ میں رہنے والے مسلمانوں نے بڑے جوش وخروش کے ساتھ جنگ کی تیاری شروع کردی لیکن ان افراد میں سے تین ایسے بھی افراد تھے جنھوں نے ان تمام تیاریوں سے اپنے آپ کو الگ رکھا اور پھر بعد میں جنگ کے لئے بھی نہیں گئے۔ یہ تین افراد کعب ابن مالک، مرارہ بن ربیع اور ہلال بن امیہ تھے البتہ یہ لوگ منافق یا مخالف اسلام نہیں تھے بلکہ انہوں نے اس معاملے میں سستی سے کام لیا بے توجہی دکھائی۔

لشکر اسلام نے جنگ کے لئے تبوک کی طرف کوچ کیا دشمن کو جب اسکی اطلاع ملی تو دشمن نے

اپنی فوجوں کو واپس بلا لیا اس طرح سے اسلامی فوج پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی قیادت میں جنگ کئے بغیر واپس آ گئی۔

وہ تین افراد مدینہ میں پیغمبر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے جنگ میں شرکت نہ کرنے پر معذرت چاہی پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کی باتوں کا کوئی جواب نہیں دیا حتیٰ کہ ایک جملہ تک نہیں کہا اور مسلمانوں کو بھی حکم دیا کہ کوئی بھی ان سے بات نہ کرے ان تین افراد کا سوشل بائیکاٹ شروع ہو گیا یہاں تک کہ ان کے گھر والوں نے بھی ان سے بات کرنا چھوڑ دی اس سوشل بائیکاٹ کا اس قدر دباؤ تھا کہ قرآن اس سلسلے میں فرماتا ہے۔

حَتّٰی اِذَا ضَاقَتْ عَلَیْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ

زمین اپنی وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی۔

(سورۃ توبہ آیت ۱۱۸)

جب انہوں نے مسلمانوں کی یہ حالت دیکھی تو سمجھ گئے کہ اب خدا کے علاوہ کوئی ہمارا حامی نہیں اور کوئی ہماری سننے والا نہیں ہے یہ سمجھ کر انہوں نے ایک دوسرے سے بھی رابطہ منقطع کر لیا اور بیابانوں کی طرف نکل گئے اور راز و نیاز اور استغفار میں مشغول ہو گئے۔ ۵۰ دن تک توبہ میں مشغول رہنے کے بعد خدا نے ان کی توبہ قبول کی اور سورہ توبہ کی ۱۱۸ نمبر آیت پیغمبر پر نازل ہوئی

وَّ عَلَی الثَّلٰثَةِ الَّذِیْنَ خُلِّفُوْا ط حَتّٰٓی اِذَا ضَاقَتْ عَلَیْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَیْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَیْهِ ط ثُمَّ تَابَ عَلَیْهِمْ لِیَتُوْبُوْا ط اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ

"اور ان تینوں پر بھی فضل کیا جو (جہاد) میں پیچھے رہ گئے تھے (اور ان پر سختی کی گئی) یہاں تک کے زمین باجود اس وسعت کے ان پر تنگ ہوگئی اور ان کی جانیں (تک) ان پر تنگ ہوگئیں اور ان لوگوں نے سمجھ لیا کہ خدا کے سوا اور کہیں پناہ کی جگہ نہیں۔ پھر خدا نے ان کو توفیق دی تا کہ وہ خدا کی طرف رجوع کریں بے شک خدا بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔"

یہ سزا ہے ایسے افراد کی جو کہ مسلمانوں کے امور میں بے توجہی کے مرتکب ہوتے ہیں۔

اس واقعہ کو نظر میں رکھتے ہوئے ہم آئمہ کی زندگی میں موجود ایک اور مشترک اصول کی طرف اشارہ کریں گے اور وہ ہے "امر بالمعروف ونہی عن المنکر"

آئمہ اطہار (علیہم السلام) زندگی کے مختلف شعبوں میں لوگوں کو برائیوں سے روکتے تھے اور ان کے پھیلاؤ کے مقابلے میں رکاوٹ بنتے تھے۔ آئمہ (علیہم السلام) کی عملی زندگی میں بحث کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ مقدمہ کے طور پر ایک بحث کو بیان کیا جائے۔

جنگ، جنگ کا لفظ سنتے ہی آپ کا ذہن سرحدوں پر ہونے والی جنگ کی طرف جائے گا جس میں ٹینک اور توپوں کا آزادانہ استعمال ہوتا ہے لیکن جب دشمن اپنے حریف کو پوری طرح زیر کرنا چاہتا ہو اور اس کو اپنا غلام بنانا چاہتا ہو تو پھر وہ تین طرح کی جنگیں تین مختلف محاذوں پر پے در پے شروع کرتا ہے۔

۱۔ سیاسی جنگ ۲۔ فوجی جنگ ۳۔ ثقافتی جنگ۔

۱۔ سیاسی جنگ

اس کے اندر دشمن کچھ پست فطرت یا نادان افراد کو مختلف چیزوں کا لالچ دے کر اپنا آلہ کار

بنالیتا ہے یہ افراد ظاہراً تو وطن پرست ہوتے ہیں لیکن باطن میں دشمن کے ساتھ ملے ہوتے ہیں یا پھر ایسے کام کرتے ہیں جو کہ دشمن کے فائدہ کے ہوتے ہیں۔ان کا سب سے بڑا مقصد سیاسی بدامنی پھیلانا ہوتا ہے یہ افراد مختلف عناوین سے معصوم لوگوں کو اپنے گرد جمع کر لیتے ہیں اوران کواپنے ناپاک عزائم پورے کرنے کے لئے استعمال کرتے ہیں البتہ ان کی پہچان بڑی مشکل ہوتی ہے۔

۲۔فوجی جنگ

اس جنگ میں دشمن اپنی تمام قوت کے ساتھ اپنے حریف کے مدمقابل ہوتا ہے اورکسی بھی چالاکی سے گریزنہیں کرتا۔اس کی کوشش فقط یہ ہوتی ہے کہ کسی طرح بھی مدمقابل کوزیر کرلیا جائے۔اس جنگ میں کامیابی کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ موردحملہ قرار پانے والی قوم سختیوں کو برداشت کرے اوراتحاداورایمان کے ساتھ مدمقابل دشمن کا سامنا کرے۔

۳۔ثقافتی جنگ

یہ سب سے خطرناک جنگ ہے۔فوجی جنگ کے مقابلے میں اس میں کسی قسم کا کوئی شوراور ولولہ دشمن کی طرف سے نہیں پایا جاتا اوردشمن نہایت اطمینان اورخاموشی کے ساتھ یہ کوشش کرتا ہے کہ مدمقابل کے عوام کی فکروسوچ کوثقافتی حربوں سے موردحملہ قرار دے اوراس کی سوچوں کومنحرف اوربے اساس بنادے۔

دشمن کی ثقافتی یلغارایک شب خون کی طرح ہے اورثقافتی قتل وغارتگری ہے جو کہ انسان کواندر سے خالی کردیتی ہے وہ شخص جوکہ ثقافتی جنگ میں مغلوب ہوجائے وہ جسمانی طور پر زخمی نہیں

ہے لیکن اس کی فکر اور سوچ مجروح و آلودہ ہے۔ ظاہری طور پر وہ دشمن کا اسیر نہیں ہے لیکن اندر سے جھوٹی اقدار وغیرہ کا اسیر ہے۔ جنگ قیدی اپنی دلیری اور شجاعت کی وجہ سے قوم کیلئے مایہ افتخار ہیں جبکہ ثقافتی قیدی قوم کی شرمندگی کا سبب ہیں۔

جس طرح سے فوجی جنگ میں دشمن کے خلاف ہر ایک فرد کا حرکت میں آنا ضروری ہے اسی طرح سے ثقافتی جنگ میں بھی قوم کے ہر فرد کا حرکت میں آنا ضروری ہے اور اس موقعہ پر بے توجہی کسی بھی صورت میں صحیح نہیں ہے۔ البتہ بعض افراد یہ خیال کرتے ہیں کہ فقط امام جماعت، امام کعبہ یا علماء کا فریضہ ہے کہ وہ اس کے خلاف جہاد کریں یہ اسلام کے نقطہ نظر کے بالکل الٹ سوچ ہے اور تمام لوگوں کیلئے ضروری ہے کہ وہ زبانی، عملی اور قلبی طور پر امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو انجام دیں۔ مختلف مناسب اور معقول طریقوں سے اس تباہی اور بربادی کے خلاف اٹھیں اور اس وقت تک چین سے نہ بیٹھیں جب تک دشمن کی نابودی کا یقین حاصل نہ ہو جائے۔

قرآن اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر

قرآن میں امر بالمعروف و نہی از منکر کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ۱۰ سے زائد مقامات پر اس کا تذکرہ کیا گیا ہے اور خداوند کریم کی ذات سے لے کر ایک ایک فرد کو ذمہ دار بنایا گیا ہے۔

"وَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ يُطِيْعُوْنَ

اللہَ وَرَسُوْلَهط اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللہُط اِنَّ اللہَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ"

(سورۂ توبہ: آیت ۷۱)

مومنین اور مومنات ایک دوسرے کے ولی (دوست) ہیں ایک دوسرے کو امر بالمعروف ونہی از منکر کرتے ہیں اور نماز پڑھا کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں، خدا اور رسول کی اطاعت کرتے ہیں خدا بہت جلد اپنی رحمت ان پر نازل فرمائے گا خداوند عزیز و حکیم ہے۔

قرآن میں سب سے پہلے خود ذات خداوند کو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا ذمہ دار قرار دیا ہے۔

اِنَّ اللہَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ"

خدا عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے اور فحش اور ظلم و ستم سے منع کرتا ہے۔

(سورۂ نحل: آیت ۹۰)

انبیاء (علیہم السلام) کے فریضہ کے بارے میں انکے اوصاف گنواتے ہوئے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو ان کی صفات میں شمار کیا ہے۔ ارشاد ہوا:

"يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ "

(سورۂ اعراف: آیت ۱۵۷)

صالح حکمران یعنی آئمہ اور معاشرے کے ذمہ دار افراد کیلئے قرآن کا بیان کچھ یوں ہے:

"اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِط وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ" سورئہ حج: آیت ۴۱

" خدا کے دوست وہ لوگ ہیں کہ جب بھی زمین پر ان کو قدرت دی جائے تو وہ نماز قائم کریں

گے زکوٰۃ ادا کریں گے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کریں گے اور تمام کاموں کا اختتام خدا کے ہاتھ میں ہے"۔

مومنین کے وہ گروہ جو کہ اس امر کو انجام دیں قرآن میں اس کا بیان یہ ہے:

"وَ لاَآ تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنم بَعْدِ مَا جَآءَھُمُ الْبَیِّنٰتُط وَ اُولٰٓئِکَ لَھُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ"

(سورہ آل عمران: آیت ۱۰۴)

"تمہارے درمیان ایک گروہ ہونا چاہئے جو کہ نیک کاموں کی دعوت دے اور امر بالمعروف ونہی از منکر کرے اور یہی فلاح پائے ہوئے ہیں"۔

تمام کی تمام امت پر اس کام کو انجام دینا ضروری ہے جیسا کہ قرآن میں آیا ہے:

"کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ"

(سورہ آل عمران: آیت ۱۱۰)

"تم سب سے بہتر قوم کی حیثیت رکھتے ہو جو کہ لوگوں کے لئے آئی ہے کیوں کہ تم امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرتے ہو اور خدا پر ایمان رکھتے ہو"

ہر صالح فرد ہر مومن شخص ہر نیک آدمی کے لئے امر بالمعروف نہی عن المنکر کرنا ضروری ہے۔

قرآن میں دو جگہ پر ایسے مومن افراد کا ذکر ہوا ہے ایک مومن آل فرعون اور ایک مومن آل یٰسین جس کا تذکرہ قرآن یوں کرتا ہے:

"وَ قَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌصلیقا مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَکْتُمُ اِیْمَانَهٗ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلاًا اَنْ

یّ ّّ َقُوۡلَ رَبِّیَ اللّٰہُ وَ قَدۡ جَآئَکُمۡ بِالۡبَیِّنٰتِ مِنۡ رَّبِّکُمۡ" (سورہ مومن: آیت ۲۸)

" وہ خاندان آل فرعون کا مومن مرد جس نے اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھا اور اپنی قوم سے کہا کہ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اس کو قتل کرو جس نے یہ کہا کہ میرا رب اللہ ہے جب کہ اس کے لئے وہ اپنے ساتھ محکم اور واضح دلیلیں تمہارے پروردگار کی طرف سے لایا ہے۔"

"وَ جَآءَ مِنۡ اَقۡصَا الۡمَدِیۡنَۃِ رَجُلٌ یَّسۡعٰی قَالَ یٰقَوۡمِ اتَّبِعُوا الۡمُرۡسَلِیۡنَ" (سورۃ یٰسین آیت ۲۰)

" مومن شخص دور سے آیا اور کہا کہ اے میری قوم کے لوگوں خدا کے بھیجے ہوئے افراد کی پیروی کرو"۔

ان تمام آیات سے جو کہ اوپر بیان کی گئیں یہ بات واضح طور سے سامنے آجاتی ہے کہ اسلام کی نظر میں یہ دو فریضے اہمیت کے حامل ہیں اور تمام افراد، چاہے وہ انبیاء ہوں، چاہے صالح حکمران ہوں، چاہے مومنین کے گروہ اور چاہے تنہا ایک شخص ہی کیوں نہ ہو سب کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس فریضہ کو ترک نہ کریں اور کسی بھی لحہ بے توجہی کا اظہار نہ کریں۔

آخر میں رسول گرامی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ایک حدیث نقل کرتا چلوں آپ فرماتے ہیں:

" خدا کسی امت کے تمام افراد کو ایک خاص گروہ کے گناہوں کی وجہ سے عذاب میں مبتلا نہیں کرتا مگر اس وقت جب تک لوگ اپنے درمیان منکرات کو دیکھیں اور نہی عن المنکر پر قدرت رکھتے ہوں مگر نہی عن المنکر نہ کریں تو خداوند عام و خاص تمام لوگوں پر عذاب نازل کرتا ہے"۔(تفسیر المنار، جلد ۹، صفحہ ۶۳۸)

یہاں پر یہ کہنا ضروری ہے کہ عذاب سے مراد فقط دنیا کا عذاب یا آخرت کا عذاب نہیں ہے بلکہ اجتماعی، سیاسی، اخلاقی اور اقتصادی عذاب بھی اس میں شامل ہیں

امر بالمعروف ونہی از منکر آئمہ (علیہم السلام) کی زندگی میں

آئمہ اطہار (علیہم السلام) نے جب کوئی تحریک شروع کی تو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے لئے تھی۔ اگر حکومت وقت سے جنگ کرنے کی قدرت تھی یا منکرات اس قدر بڑھ گئے تھے کہ قیام ضروری ہو گیا تھا تو ہمیں کربلا کی وہ نہ بھولنے والی تحریک یاد آتی ہے جس کا مقصد خود امام حسین علیہ السلام کچھ یوں بیان فرماتے ہیں:

"میں نے ہوس اور جاہ طلبی کے لئے قیام نہیں کیا ہے میرا خروج اور قیام اپنے جد کی امت کی اصلاح کے لئے ہے میں چاہتا کے نیکی کی دعوت دوں اور برائیوں سے روکوں"۔

(نفس المہموم۔ صفحہ ۴۵)

اور اگر قیام نہ کر سکے تو قول اور عمل سے یہ جہاد انجام دیا اور جابر سے جابر حکمرانوں کے سامنے حق گوئی کو ترک نہ کیا۔

شقرانی رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے آزاد کردہ غلام کا بیٹا تھا اسی وجہ سے خاندان نبوت سے آشنائی بھی تھی لیکن اس کے باوجود شراب پیتا تھا وہ خود نقل کرتا ہے کہ: ایک دفعہ منصور دوانیقی لوگوں میں تحفے تقسیم کر رہا تھا لوگوں کا ہجوم لگ گیا میں کسی کو نہیں پہچانتا تھا جس کے ذریعے سے یہ تحفہ حاصل کرتا۔ دیکھا کہ امام صادق علیہ السلام وہاں سے گزر رہے ہیں

میں نے اپنی حاجت ان سے بیان کی امام علیہ السلام نے اس کو قبول کر لیا اور آگے جا کر میرے لئے تحفہ لے لیا اور مجھ کو تحفہ دیتے ہوئے فرمایا:

"اے شقرانی نیکی ہر شخص سے ہو اچھی ہے مگر تم سے بہت اچھی کیونکہ تم سے ہماری نسبت ہے اور برائی ہر شخص سے ہو بری ہے لیکن تم سے ہماری نسبت ہے اس لئے بہت بری ہے"۔

انوار السھیہ صفحہ ۲۴۵

ایک دفعہ امام جعفر صادق علیہ السلام حیرہ کے سفر پر گئے ہوئے تھے (حیرہ کوفہ اور بصرہ کے درمیان ایک شہر ہے) وہاں پر منصور دوانیقی بھی موجود تھا اور اس نے اپنے بیٹے کی ولادت کی خوشی میں جشن کا اہتمام کیا تھا امام صادق علیہ السلام کو بھی ناگزیر وہاں پر جانا پڑا دستر خوان بچھایا گیا اور مہمان کھانے میں مشغول ہو گئے اسی دوران کسی نے پانی مانگا تو پانی کے بجائے اس کو شراب پیش کی گئی جیسے ہی شراب کا جام اس کے ہاتھ میں دیا گیا ویسے ہی امام صادق علیہ السلام اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے اور یہ فرماتے ہوئے جشن کی محفل کو ترک کر دیا کہ رسول خدا کا ارشاد ہے۔

ملعون ہے وہ شخص جو ایسے دستر خوان پر بیٹھے کہ جہاں شراب ہو۔

(فروع کافی جلد ۶ صفحہ ۲۶۸)

لمحہ فکر یہ ہے ہمارے لئے کہ کیا ہم کسی ایسی محفل میں ہوتے جس میں سر عام گناہ انجام پا رہے ہوں تو کیا ہم اس کو ترک کر سکتے ہیں۔ اگر ہم واقعاً امام علیہ السلام کے پیرو کار رہیں تو ہمیں یہ کرنا پڑے گا۔

یعقوب سراج کہتے ہیں کہ ایک دفعہ امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دیکھا کہ گھوارے کے نزدیک اپنے فرزند (موسیٰ کاظم علیہ السلام) سے باتیں کر رہے ہیں جب فارغ ہوئے تو میں ان کے نزدیک گیا۔ مجھ سے فرمانے لگے کہ اپنے مولا کے نزدیک جاؤ اور سلام کرو میں گھوارے کے نزدیک گیا اور سلام کیا موسی بن جعفر علیہ السلام جو کہ بچے تھے اور گھوارے میں تھے متانت کے ساتھ میرے سلام کا جواب دیا اور مجھ سے فرمانے لگے کہ جاؤ جو نام کل تم نے اپنی بیٹی کے لئے چنا ہے اس کو تبدیل کردو اور پھر میرے پاس آؤ کیونکہ خدا اس قسم کے ناموں کو پسند نہیں کرتا۔ امام صادق علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا کہ جاؤ اور اس کے حکم کے مطابق عمل کرو تا کہ ہدایت پاؤ یعقوب سراج کہتے ہیں کہ میں نے بھی فوراً اپنی بیٹی کا نام تبدیل کر دیا۔ (اصول کافی جلد ا صفحہ ۳۱۰)

عام طور پر لوگ اس طرف توجہ نہیں کرتے اور بچوں کے نام رکھتے ہوئے بے احتیاطی سے کام لیتے ہیں جب کہ بچوں کے ناموں کا ان کی شخصیت پر بہت گہرا اثر پڑتا ہے۔ نام کے چناؤ کے وقت اس بات کو ضرور مدنظر رکھیں کہ وہ خدا کو پسند ہو۔

موسی بن بکیر کہتے ہیں کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے حضور میں تھا اور کچھ دینار حضرت کے آگے رکھے ہوئے تھے آپ علیہ السلام نے ان میں سے ایک سکہ کو اٹھایا اور دو ٹکڑے کر کے مجھے دیتے ہوئے فرمایا:

"اس جعلی دینار کو کنوئیں میں پھینک دو تا کہ اس سے کوئی معاملہ نہ ہو سکے" (اصول کافی جلد ۵، صفحہ ۱۶۰)

امام علیہ السلام کے پاس حکومت نہیں تھی لیکن پھر بھی امام علیہ السلام کے لئے یہ بات قابل برداشت نہ تھی کہ معاشرے میں لوگوں کے ساتھ کسی قسم کی خیانت ہو۔

حضرت امام رضا علیہ السلام جب خراسان میں تشریف فرما تھے تو مامون کے حکم سے مختلف فرقوں کے علماء واکابر مناظرہ کے لئے آتے تھے اور امام علیہ السلام ان سے بحث ومناظرہ فرماتے تھے۔اسی طرح کی ایک نشت میں عمران صابی جو کہ نامور دانشمندوں میں سے تھا امام علیہ السلام سے توحید کے سلسلے میں سوال و جواب کر رہا تھا۔امام علیہ السلام محکم دلیلوں کے ذریعے سے اس کے نظریات کورد کر رہے تھے بحث اور مناظرہ اپنے عروج پر پہنچ چکا تھا نماز کا وقت ہو گیا۔امام علیہ السلام نے مامون کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا" اَلصَّلٰوۃُ قَدْ حَضَرَتْ" نماز کا وقت ہو گیا ہے۔عمران صابی نے کہا:

"اے میرے مولا میرے سوالوں کے جوابات کو منقطع نہ کیجئے ورنہ میرا دل ٹوٹ جائے گا"

امام علیہ السلام نے عمران صابی کے اس جملہ کی طرف کوئی توجہ نہ دی اور فرمایا:نصلی ونعود "نماز پڑھ کر واپس آجاؤں گا۔"

امام علیہ السلام اپنے اصحاب کے ساتھ اٹھے اور نماز پڑھنے کے بعد دوبارہ سے بحث کا آغاز کیا۔

جب امام رضا علیہ السلام کا قیام خراسان میں تھا،تو کسی دور دراز علاقہ سے شیعوں کا ایک گروہ امام علیہ السلام کی زیارت کے لئے آیا یہ لوگ کہنے کو تو شیعہ تھے مگر گناہوں میں آلودہ تھے تقریباً ایک مہینہ تک ان لوگوں کا خراسان میں قیام رہا اور ہر روز دو مرتبہ امام کے گھر

زیارت کے لئے جاتے تھے لیکن گھر کا دربان ان کو گھر میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دیتا تھا آخر تھک ہار کر ایک دن انہوں نے دربان کے ذریعے سے امام کے حضور پیغام بھجوایا کہ ہم بہت دور سے آپ کی زیارت کے لئے آئے ہیں اگر آپ سے ملاقات نہ ہوئی تو روسیاہ ہو جائیں گے اور جب وطن واپس پہنچیں گے تو لوگوں کے سامنے سر اٹھانے کے قابل نہیں رہیں گے۔ ہمیں ملاقات کی اجازت دے دیجئے۔ دربان نے ان لوگوں کا پیغام امام علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا دیا۔ امام علیہ السلام نے ان کو اجازت دی جب انہوں نے امام علیہ السلام کو دیکھا تو شکایت کی۔ امام علیہ السلام نے ان لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ جو میں تم لوگوں کو اجازت نہیں دے رہا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ تم لوگ یہ دعوی کرتے ہو کہ تم شیعان علی علیہ السلام میں سے ہو لیکن تم لوگوں کا کہنا غلط ہے۔ علی علیہ السلام کے شیعہ تو حسن علیہ السلام وحسین علیہ السلام سلمان وابوزر ومقداد وعمار جیسے لوگ تھے تم لوگ یہ دعویٰ کرتے ہو کہ تم علی علیہ السلام کے شیعہ ہو لیکن اپنے اکثر کاموں میں تم ان کی مخالفت کرتے ہو۔

یہ سنتے ہی ان افراد کے سر شرم کے مارے جھک گئے اسی وقت امام علیہ السلام کے سامنے اپنے گناہوں سے توبہ کی اور امام علیہ السلام نے بھی ان کو بغل گیر کر لیا۔ (بحار الانوار جلد ۶۸ صفحہ ۱۵۸، ۱۵۹ سے اقتباس)

امام محمد تقی علیہ السلام کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا جو بہت خوش نظر آ رہا تھا۔ امام علیہ السلام نے خوشی کا سبب دریافت کیا اس نے کہا کہ یا ابن رسول اللہ میں نے آپ کے والد

بزرگوار سے سنا ہے کہ" بہترین دن وہ ہے کہ جب انسان خدا کی طرف سے یہ توفیق حاصل کرے کہ اپنے دینی بھائیوں کے ساتھ نیکی کرے اوران کی مدد کرے اوراس دن ضرور خوش ہو" میں نے آج دس نادار اور بے سہارا افراد جو کہ بال بچوں والے تھے ان کی مالی مدد کی ہے اور آج میں بہت خوش ہوں۔حضرت نے فرمایا کہ ہاں ضرور خوش ہو لیکن اس شرط کے ساتھ کے اس نیکی کو تباہ و برباد نہ کرو اس شخص نے کہا کہ کس طرح سے میں اس نیکی کو تباہ کرسکتا ہوں جب کہ میں آپ کے خالص شیعوں میں سے ہوں امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اس آیت کی وجہ سے کہ جس میں ارشاد ہوتا ہے:

"وَلاَ تُبْطِلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَى"

"اپنے صدقات کو جتانے اور تکلیف پہنچانے کی وجہ سے برباد نہ کرو"

اس نے کہا کہ جن افراد پر میں نے احسان کیا نہ ان پر جتایا نہ ان کو کسی قسم کی تکلیف پہنچائی۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: یہاں پر مراد ہر قسم کی تکلیف ہے نہ فقط ان لوگوں کی جن کی تم نے مدد کی ہے تمہاری نظر میں ان کو تکلیف دینا عذاب کا سبب ہے یا فرشتوں کو جو کہ تمہارے اوپر مامور کئے گئے ہیں؟ یا ہم اھل بیت کو تکلیف پہنچانا؟ اس نے کہا کہ آپ علیہ السلام اہل بیت کو اور ملائکہ کو تکلیف پہنچنا حضرت نے فرمایا کہ تم نے مجھ کو تکلیف پہنچائی ہے اور تمہارا احسان اور نیکی سب برباد ہوگئی۔اس نے کہا کہ کیوں اور کس طرح؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: کہ یہی بات جو تم نے کہی کہ میں کس طرح اپنی نیکی کو برباد کرسکتا ہوں جب کہ آپ کا مخلص شیعہ ہوں۔امام علیہ السلام نے پوچھا تم کو پتا ہے کہ ہمارا خالص

اور مخلص شیعہ کون ہے؟ اس نے تعجب سے جواب دیا نہیں!

امام علیہ السلام نے فرمایا: مومن آل فرعون، سلمان، ابوذر، مقداد اور عمار تم نے اپنے آپ کو ان افراد کے برابر سمجھا ہے کیا تم نے اپنی اس بات سے مجھ کو اور فرشتوں کو تکلیف نہیں پہنچائی اس نے کہا کہ: استغفر اللہ واتوب الیہ یا بن رسول اللہ" تو پھر میں کیا کہوں؟ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ:

تم کہو کہ" میں آپ کے چاہنے والوں میں سے ہوں آپ کے دوستوں کو دوست اور دشمنوں کو دشمن رکھتا ہوں۔" اس نے کہا کہ میں یہی کہوں گا اور جو کچھ پہلے کہا اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں تھا کہ آپ کو یا فرشتوں کو تکلیف دوں اور میں نے توبہ کی۔ حضرت نے فرمایا کہ ہاں اب تمہاری وہ نیکیاں جو برباد ہوگئیں تھیں تم کو واپس مل گئیں۔

متوکل خلیفہ عباسی کو جاسوسوں نے اطلاع دی کہ امام ہادی علیہ السلام اسلحہ جمع کر رہے ہیں اور خلیفہ کے خلاف قیام کا ارادہ رکھتے ہیں متوکل نے حکم دیا کہ امام علیہ السلام کے گھر پر رات میں چھاپہ مارا جائے اور وہ جس حال میں بھی ہوں ان کو میرے پاس لے آو۔ جب امام علیہ السلام کو متوکل کے پاس لائے تو وہ اپنے دوستوں کے ساتھ شراب پینے میں مشغول تھا اس نے کھڑے ہوکر امام علیہ السلام کا استقبال کیا اور اپنے برابر میں ان کو بیٹھنے کی جگہ دی اور امام علیہ السلام کو شراب کا جام پیش کیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہرگز میرا گوشت وخون شراب سے آلودہ نہیں ہوا ہے تو متوکل نے کہا پھر کوئی شعر سنایئے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے زیادہ شعر حفظ نہیں ہیں متوکل نے

زیادہ اصرار کیا تو امام نے چند شعر سنائے۔

باتوا علی قلل لجبال تحرسهم
غلب الرجال فما اغنتهم القلل

والستنزد بعد عز عن معاقلهم
فادوعا حفرا بئس مانزلوا

ناداهم صارخ من بعد ماقبروا
ابن الاسرته و اليبجاغن الحلل

ابن الوجوه التی کانت منعمة
من عونها تضرب الاستار الکلل

فافصح القبر عنهم حین ساء لهم
تلك الوجوه علیها الدور یقتل

قد طالما اکلوا دهرا وما شربوا

فاصبحوا بعد طول الدھر قد اکلوا

ترجمہ اشعار:

۱۔ظالم افراد پہاڑوں کی چوٹیوں پر سوتے ہیں اور اپنے لئے قوی ہیکل دربان اور نگہبان کا انتخاب کرتے ہیں تا کہ وہ ان کے لئے پہرہ دے سکیں لیکن جب موت ان کے پاس آتی ہے تو وہ دربان کچھ نہیں کر سکتے۔

۲۔ان کو ان کی پناہ گاہوں سے کھینچ کر نکالا جاتا ہے اور تاریک گڑھوں کے سپرد کر دیا جاتا ہے ہاں یہ کیسی خراب جگہ ہے۔

۳۔اور جب دفن کر دیئے جاتے ہیں تو منادی ندا دیتا ہے کہ ہاں کہاں گئے وہ تخت وتاج اور شاہانہ لباس۔

۴۔کہاں گئے وہ چہرے جو ہمیشہ ناز ونعمت میں رہتے تھے اور ہمیشہ تاج پہنتے تھے۔

۵۔قبر ان کی طرف سے جواب دے گی یہاں ہیں وہ چہرے کہ جن کو کھانے کے لئے کیڑے ایک دوسرے پر دوڑ پڑے ہیں، اور جو کیڑوں کی آماجگاہ بنے ہوئے ہیں۔

۶۔ایک زمانے تک کھانے پینے میں مشغول رہنے کے بعد اب یہ کیڑے مکوڑوں کی غذا بنے ہوئے ہیں۔

یہ شعر سننے کے بعد تمام افراد رونے لگے اور متوکل نے حکم دیا کہ اس شراب کی بساط کو اٹھا دیں۔اور امام ہادی علیہ السلام کو عزت واحترام کے ساتھ رخصت کیا۔

امر بالمعروف اور نہی از منکر کا طریقہ

ہر کام کو صحیح انجام دینے کے لئے ضروری ہے کہ اس کے بارے میں پوری طرح سے آگاہی حاصل ہو تاکہ صحیح نتیجہ تک پہنچا جا سکے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے بھی ضروری ہے کہ ہم اس کے صحیح راستہ سے اس کو انجام دیں۔

امر بالمعروف کو نتیجہ تک پہنچانے کے لئے ضروری ہے کہ دو چیزوں کی پابندی کی جائے۔

۱۔ ظاہری طریقہ ۲۔ بنیادی طریقہ

۱۔ ظاہری طریقہ

یعنی معاشرے کے ظاہری ڈھانچے کو محفوظ رکھا جائے مثلاً اگر معاشرے میں لڑکیاں اور خواتین حجاب کی پابندی نہ کریں یا بے حجاب مجمع عام میں آنے لگیں تو نہی عن المنکر کے طور پر ان کو روکا جائے تاکہ معاشرے کی عفت محفوظ رہے۔ ظاہری طریقے میں ضروری ہے۔

گناہ گار کو سمجھایا جائے اگر اہل منطق ہے تو دلائل کے ساتھ اگر نہیں ہے تو پھر آرام اور پیار سے اس سے یہ بات کی جائے۔

جیسا کہ سورہ نحل کی آیت ۱۲۵ میں لفظ "ھی احسن" استعمال ہوا ہے۔ ارشاد ہے:

" حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ پروردگار کی طرف دعوت دو اور ان کے ساتھ اچھے طریقہ سے مناظرہ کرو"

حکمت: اشارہ ہے منطق، دلائل اور عقلی راستوں کی طرف۔

موعظہ: اشارہ ہے محبت کے راستوں کی طرف۔

مجادلہ: اشارہ ہے مناظرہ اور دوستانہ گفتگو کے مختلف طریقوں کی طرف۔

۲۔بنیادی طریقہ

یہ ایک گہرا اور بنیادی راستہ ہے جو کہ انسان کے اندر درست راستہ کی ضمانت فراہم کرتا ہے اس طرح ہے کہ گناہ اور انحراف اس کی زندگی میں اجنبی ہو جاتے ہیں۔ جیسے صفائی کے مسئلہ میں جو کہ علاج سے پہلے ہے اگر انسان صفائی کا خیال رکھے تو بیمار نہیں ہوگا اور اگر ہو بھی گیا تو صفائی کے دوسرے طریقوں سے جیسے واکسینیشن کے ذریعہ سے اس کو دور کر دیا جائے گا۔

اسلام میں صفائی وہ بنیادی راستہ ہے جو کہ انسان کو گناہ اور انحراف سے محفوظ رکھتا ہے۔ اس راستہ میں چند امور کی پابندی ضروری ہے۔

ا۔خاندان کی تربیت

بچوں کی صحیح پرورش والدین کی سب سے بڑی ذمہ داری ہے۔ بہت ہی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ گناہ کے نقصانات جسمانی نقصانات سے کہیں زیادہ ہیں اور اس کے مضر اثرات بھی بہت زیادہ ہیں لہذا ضرورت اس بات کی ہے کہ ایک ڈاکٹر کی طرح ہر کسی کو اس کی بیماری کے مطابق نسخہ لکھ کر دیا جائے:

اگر بچپن ہی میں بچے کو واکسی نیٹ کر دیا جائے جیسے جسمی طور پر کیا جاتا ہے تو وہ پھر بڑے ہو کر گناہ نہیں کرے گا۔

حدیث میں آیا ہے:

"ہر بچہ فطرت (اسلامی) پر پیدا ہوتا ہے اس کے والدین اس کو یہودی یا نصرانی بنا دیتے ہیں

خدا رحمت کرے ان والدین پر جو اپنے بچوں کو صحیح راستے تک مدد کرتے ہیں"

(فرع کافی جلد ۶ صفحہ ۴۸)

حضرت امیر المومنین علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

" فرزند کا حق والدین پر یہ ہے کہ وہ اس کا اچھا نام رکھیں، ادب سکھائیں اور قرآن کی تعلیم دیں۔

(نہج البلاغہ حکمت ۳۹۹)

۲۔اچھی اور بری چیزوں کی پہچان

یعنی انسان پاک اور ناپاک آدمیوں کی شناخت رکھتا ہو اور اپنی روح کی سلامتی کے لئے ناپاک انسانوں سے رابطہ منقطع کردے۔

رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فرماتے ہیں:

" انسان اپنے دوست اور ہم نشین کے دین پر ہوتا ہے"

(اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۳۷۵)

حضرت امام محمد تقی جواد علیہ السلام کا فرمان ہے:

" بدکار شخص سے دوستی مت کرو کیونکہ وہ اس تلوار کی مانند ہے جس کا ظاہر خوبصورت ہے اور باطن برا ہوتا ہے"

(بحار جلد ۷۳ صفحہ ۱۹۵)

اقسام امر بالمعروف ونہی عن المنکر

......اور انہیں سے وہ لوگ کہ جو نہ زبان سے، نہ دل سے اور نہ ہاتھ سے (نہی عن المنکر نہیں کر تے ہیں) وہ حقیقت میں مردہ ہیں اور زندوں کے ساتھ زندگی بسر کر رہے ہیں!"

(نہج البلاغہ حکمت ۳۷۴)

کمترین مرحلہ قلبی یہ ہے کہ دل میں نیک آدمی سے محبت کرے اور برے آدمی سے نفرت۔ جب اچھے آدمی سے ملے تو خوشی کے ساتھ اور برے آدمی ملے تو غصہ اور ناراضگی کی حالت میں۔

اگر قلبی طور پر ظاہر نہ ہو تو پھر زبان کی باری ہے۔ اور زبان کے تین مرحلے ہیں۔

۱۔حکمت دلائل ۲۔نصیحت ۳۔مجادلہ

اگر زبانی طور پر اثر نہ ہو تو پھر عمل کی باری ہے جس کے مختلف مراتب ہیں کتاب چھپوانا، مقالہ نویسی، مدارس کا قیام، مراکز تربیتی، دینی محافل دینی اور تبلیغ کے مراکز قائم کرنا اور برائی وگناہ کے ٹھکانوں کو ختم کرنا۔

اس امید کے ساتھ کہ ان واقعات کو پڑھ کر عام نوجوان یہ سوچ پیدا کریں کہ یہ تمام سیرت کے لائق تقلید ہیں یہ درست ہے کہ ہم رسول گرامی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرح صادق وامین کی صفات پیدا نہیں کر سکتے مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کہ ہم خیانت اور جھوٹ کو عام کرنا شروع کر دیں۔

ہمیں یہ بات تسلیم کرنا پڑے گی کہ آئمہ (علیہم السلام) کی زندگی قابل تقلید ہے اگر ایسا نہ ہو تو فلسفہ امامت بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو سیرت آئمہ (علیہم السلام) پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عنایت فرمائے

ISLAMICMOBILITY.COM

IN THE AGE OF INFORMATION

IGNORANCE IS A CHOICE

"Wisdom is the lost property of the Believer,

let him claim it wherever he finds it"

Imam Ali (as)